فون نمبر: 5863260 5862956 مدیر: چوہدری ریاض احمد نائب مدیر: حامد رحمٰن رجسٹرڈ ایل نمبر: 8532

Email: centralanjuman@yahoo.com قیمت فی پرچہ -/10 روپے

جلد نمبر 99 | 7 ربیع الاوّل تا 7 ربیع الثانی 1433 ہجری یکم فروری تا 29 فروری 2012ء | شمارہ نمبر 4-3

احمدیہ انجمن لاہور کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔

ارشادات عالیہ حضرت مسیح موعود رحمۃ اللہ علیہ

نذرِ عقیدت

بہ حضور سرور کائنات خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اخلاقِ عالیہ اور آپؐ کی بلند پایہ شخصیت نے ایک ایسا انقلاب عظیم دنیا میں پیدا کیا جس نے نہ صرف جزیرۃ العرب بلکہ ایران وروم اور یورپ کی انتہائی وادیوں تک گناہوں، بدکاریوں اور جہالت میں لتھڑی ہوئی دنیا کو نہ صرف نیکی وپاکیزگی عطا کی بلکہ علم وحکمت کی دولت سے مالا مال کر دیا گویا ایک مُردہ دُنیا دوبارہ زندہ ہوگئی اندھے بینا ہوگئے اور لُولے لنگڑے تندرست ہو کر چلنے پھرنے لگ گئے۔ یہ وہ انقلاب عظیم ہے جس کی نظیر تاریخ عالم میں نہ پہلے نظر آئی اور نہ آئندہ کبھی مل سکے گی۔ اس انقلاب عظیم کی داستان بڑی طویل ہے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے محامد کا شمار کرنا مشکل، تاہم ان چند صفحات میں اسی بحرِ بے پایاں کے چند آبدار موتی

حضور خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں

بطور ہدیہ محقرہ پیش کرنے کی جرات کی گئی ہے۔ گر قبول اُفتد زہے عزوشرف (پیغام صلح 1964ء)

اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق

از کلام حضرت مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ

ہر طرف فِکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں دینِ محمدؐ سا نہ پایا ہم نے

کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دِکھلائے
یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے

ہم نے اِسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نُور ہے نُور اُٹھو دیکھو سنایا ہم نے

اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نُور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

تھک گئے ہم تو اِنہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

یوُنہی غفلت کے لحافوں میں پڑے سوتے ہیں
وُہ نہیں جاگتے سو بار جگایا ہم نے

جل رہے ہیں یہ سبھی بُغضوں میں اور کینوں میں
باز آتے نہیں ہر چند ہٹایا ہم نے

آؤ لوگو! کہ یہیں نُورِ خدا پاؤ گے!!
لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے

آج اِن نُوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دِل کو اِن نُوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

جب سے یہ نُور ملا نُورِ پیمبر سے ہمیں
ذات سے حق کی وُجود اپنا ملایا ہم نے

مصطفیٰؐ پر تیرا بیمد ہو سلام اور رحمت
اُس سے یہ نُور لیا بارِ خدا یا ہم نے

ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مُدلم
دِل کو وُہ جام لبالب سے پلایا ہم نے

خطاب وداعا (برموقع جلسہ عید میلاد النبیؐ)

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام جامع دارالسلام، لاہور

''اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے، (تمام) جہانوں کے رب، بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے رستے پر چلا، ان لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ ان کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے''۔

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد سورۃ آل عمران کی مندرجہ ذیل آیات (31-32) تلاوت کیں ان کا ترجمہ یوں ہے:

''کہہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو کہ اللہ تم سے محبت کرے اور تمہیں تمہارے گناہ بخش دے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ کہہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انکار کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا''۔

اس سے پہلے کہ میں اپنی تقریر کا آغاز کروں ہم سب مل کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود وسلام بھیجتے ہیں۔

قربِ الٰہی

ہر ایک انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست کہلائے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اسے حاصل ہو اور اللہ تعالیٰ جیسے کہ ہمیشہ سے انسانوں کے ساتھ بولتا آیا ہے اسی طرح وہ اس کے ساتھ بھی بولے، اس کی دعاؤں کا جواب دے، اس کو کچھ ایسی چیزیں بتائے جس سے ثابت ہو کہ وہ زندہ خدا ہے اور اس کے ساتھ ایک ایسا تعلق بنے جیسے دو دوستوں کا آپس میں ہوتا ہے۔

زمانے میں جب خدا تعالیٰ کی طرف سے محدث، مجدّد یا امام بھیجا جاتا ہے تو اس کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ ایک ایسی جماعت پیدا کرے جس کو خدا تعالیٰ پر ایسا یقین ہو کہ وہ زندہ ہے، بولتا ہے اور متقیوں کی جماعت بنائے اور یہی مقصد ہمارے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد علیہ الرحمتہ کا تھا کہ وہ ایسے لوگوں کو اکٹھا کرے کہ جو مل کر ایک طرف دین کی خدمت کریں اور دوسری طرف وہ اللہ تعالیٰ کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل اطاعت کریں اور قرآن کریم پر مکمل عمل کریں۔ اور پھر اس کے پیغام کو دنیا میں پہنچائیں۔ اکثر لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ کیا ضرورت تھی ایک علیحدہ جماعت بنا لینے کی۔ مگر ایسی جماعت بنانے کی اشد ضرورت تھی جو دین کو دنیا پر ترجیح دے اور اپنی زندگی کے مقاصد ایسے بنالے کہ جہاں فیصلہ کرنا ہو کہ دین لینا ہے کہ دنیا تو وہاں وہ فیصلہ کرے کہ دین لینا ہے اور دنیا کو پیچھے چھوڑنے کے لئے تیار ہو۔

اسوۂ حسنہ

اگر ہم پہلے سورۃ فاتحہ کی طرف توجہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی چار خوبیاں اس میں بیان کی ہیں۔ رب، رحمٰن، رحیم اور مالک۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر پہلو سے ایک نمونہ انسانوں کے لئے بنایا اور اسے آپؐ نے ایک معیار تک پہنچایا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ سامنے رکھ کر اگر آپ بڑھنا چاہیں اور خدا کے قریب ہونا چاہئیں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی آپ نمونے دیکھتے ہیں۔ بقول ہمارے مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کے آپؐ کے وجود میں وہ تمام چیزیں جھلکتی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی چاروں خوبیاں نظر آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک طریقے سے ان کے ذریعہ ایک نمونہ پیش کرتے

ہوئے ہمیں بتایا ہے کہ رحم کا کیا معیار ہے، ایک بادشاہت کا کیا معیار ہے اور ایک بار نہیں بار بار رحم کرنے والے کا کیا معیار رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہایت رحم دل بنایا۔ آپ کو بادشاہت دے کر مالک بنایا اور آپؐ کے ذریعہ تمام بادشاہوں کو معیار مالکیت فراہم کیا۔

ربوبیت رسول

خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ایسے بنا کے پیش کیا کہ ربوبیت کیسے کی جاتی ہے۔ ایک یتیم جس کی پیدائش اس کے والد کے فوت ہونے کے بعد ہوتی ہے پھر ایک کے بعد دوسرا جو اس کی زندگی کا سہارا بنتا ہے۔ اس کی زندگی اللہ تعالیٰ نے ایسی لکھی ہے کہ ان کی ربوبیت کا جو نمونہ ہے وہ آگے آتا جائے۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ اس یتیمی کی حالت میں وہ دھتکارا ہوا غریب بچہ کم سنی کی حالت میں پل رہا ہے اور لوگ اس کا خیال کر رہے ہیں، بکریاں بھی چرانی پڑتی ہیں، دردر کی ٹھوکریں بھی کھانی پڑتی ہیں لیکن اس کا نمونہ ایسا اعلیٰ ہے کہ اپنے اور پرائے تمام کو یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ یہ امین بھی ہے، صدیق بھی ہے۔ اور اس کا نمونہ ایسا ہے کہ وہ قابل اطاعت ہے۔ فیصلے کرانے ہیں تو ان سے پوچھ لو، خانہ کعبہ میں حجر اسود کہاں اور کس نے رکھنا ہے ان سے پوچھ لو، اور ان کی حکمت سے سارے لوگ ان کی ہر چیز مانتے ہیں لیکن جب وہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں تو ایک طوفان ٹوٹ پڑتا ہے۔ ان کے ماننے والوں پر کیا کیا مشکلات آتی ہیں۔ تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے ہر مقام پر وہ ربوبیت کا نمونہ ایک شخص کے زندگی کا نمونہ پیش کرتے ہوئے کیا کہ **رب کیا ہوتا ہے۔**

اسی طرح اگر آج ہم مسیح موعود رحمتہ اللہ علیہ کی کتابیں دیکھیں تو ان میں ایک چیز پر بہت زور ہے وہ ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت۔ اور ان پر دُرود بھیجنے پر اتنا زور دیتے ہیں اور خود انہوں نے اتنے درود بھیجے اور ان کو یقین ہے کہ یہ دُرود بھیجنا اور ان کے نمونہ پر چلنا ہی وہ وجہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسیح موعود بنایا، ایک امام بنایا جس کا انتظار تمام مسلمان چودہ صدیوں سے کر رہے تھے کہ وہ امام چودھویں صدی میں آئے گا۔ ہمیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر گذار ہونا ہوتا ہے اس لئے کہ وہ وہ شخصیت تھے جنہوں نے تاریکیوں میں سے جب توحید کا نام دنیا میں سے اٹھ گیا تھا۔ ہر کوئی کسی نہ کسی شخصیت یا چیز کو پوجتا تھا اور بنی اسرائیل راستے سے بالکل بھٹک چکے تھے، پارسی آگ کی پوجا کر رہے تھے، عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا مان بیٹھے تھے وہ ان کی پوجا کر رہے تھے تو توحید کا جو پودا تھا وہ مرجھانے والا تھا تو اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس دنیا کو پھر سے خدا شناسائی کروائی اور ایک خدا کو منوایا۔ آپ کے پاس کوئی طاقت نہ تھی، کوئی ذخیرے نہ تھے، کوئی دولت نہ تھی، اور اس کے مقابل میں جو لوگ جن کے پاس طاقت تھی، دولت تھی، علم بھی تھا، فلسفہ بھی تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ثابت کیا کہ وہ **عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر** ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ربوبیت کر کے انسان کو کامیابی حاصل ہوئی اور لوگوں کی زندگیوں میں نیک تبدیلیاں آئیں، سب سے بُرے لوگ جو دنیا میں بتائے جاتے ہیں۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام آنے سے پہلے کے عرب لوگ ان کو ایسے خدا کے دوست ولی بنا کے دکھایا، ان کے اندر تبدیلیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اور یتیمی سے وہ بادشاہ بن گئے لیکن ایسے بادشاہ نہیں بنے جنہوں نے اپنے تخت بنائے بلکہ ایسے بادشاہ بنے جنہوں نے غریب غرباء کو تختوں پر بٹھایا، ایسے بادشاہ نہیں بنے جو دولت سمیٹتے رہے اور گھر اپنے دولت سے بھرتے رہے بلکہ ایسے بادشاہ بنے کہ اپنا سارا مال غرباء اور یتیموں اور بیواؤں میں بانٹتے رہے اور اپنے گھر میں کبھی کبھی کھانے کو بھی کوئی چیز نہ رہتی، ایسے بادشاہ نہیں بنے جو نرم نرم بستروں پر سوتے رہیں اور ریشمی کپڑے پہنتے رہیں بلکہ وہی غریبوں والے کپڑوں اور زمین پر بستر بچھا کر لیٹنے والے بادشاہ بنے۔ اس میں بھی آج کل کے لوگوں کے لئے ایک نمونہ ہے اور پھر ایک ایسی قوم پیدا کی جو اپنی جان اُن پر نچھاور کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتی تھی اور خواہش ہوتی تھی کہ اگر شہادت آئے اور کسی کا خون اگر بہتا ہے تو وہ میرا ہی ہو اور میں شہید ہو جاؤں۔ اللہ تعالیٰ مجھے پھر زندگی دے اور میں پھر شہید ہوں اور یہ سلسلہ چلتا رہے۔ آپؐ کے نمونہ نے موت میں بھی لذت پیدا کر دی۔ اور وہ لوگ جو آپس میں لڑتے تھے خدا کی راہ میں نہ تیروں سے ڈرے، نہ تلواروں سے ڈرے نہ اپنے سامنے اپنے بچوں کو مرتے دیکھتے ہوئے دین سے پھرے اور نہ اپنے والدین کو مرتے ہوئے دیکھ کر دین سے کنارہ کشی کی۔

رسول صلعم کا ورثہ

اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے کہ ''اگر تم مجھ سے محبت کرتے ہو تو پھر تم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل پیروی کرو۔" رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ورثہ، ایک قرآن کریم، اس کی تعلیم اور اس پر عمل کرنا اور دوسرا اسوہِ حسنہ پر عمل کرنا اور جب تک کوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننے والا ان دو چیزوں پر مکمل عمل نہیں کرتا وہ ترقی نہیں کرسکتا، وہ صحیح مسلمان نہیں بن سکتا۔ اسلام کی جو آج کل حالت ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ نہ قرآن پر عمل رہا اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر۔ تو یہی راز ہے جو ہمارے امام نے ہمیں بتایا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہر چیز، اپنے ہر رشتہ اور اپنی ہر پسندیدہ چیز سے عزیز جانو اور اس کی مکمل اطاعت کرو تو پھر آپ کو اللہ تعالیٰ تک رسائی ہوسکتی ہے، اور اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ بول بھی سکتا ہے اور آپ کی باتوں کا جواب بھی دے سکتا ہے۔ آپ کو وہ قوت دے سکتا ہے کہ آپ کا کسی اور طرف سے دل میں ڈر نہ رہے۔ اگر ہم اپنے آپ کو ظاہر کرنے پر اور اپنی کم تعداد سے ڈرتے ہیں تو پھر اس کی وجہ آج کے دن سوچنے کا مقام ہے۔ کہیں یوں تو نہیں کہ ہم جو کلمہ ہے اس کا مطلب نہیں سمجھ رہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**۔ ہم بار بار اپنی دعائیں **ایاک نعبد وایاک نستعین** کا مفہوم نہیں سمجھ رہے کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کسی کو قابل پرستش اور قابل اطاعت نہیں مانتے سوائے تیرے۔ کیا ہم قرآن کو سمجھتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں؟ کیا ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے واقف نہیں رہے یا ان کی زندگی کو بھی ہم نے ایک کہانی سمجھ رکھا ہے نہ کہ نمونہ؟ جب ہم کہتے ہیں کہ **اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ**۔ کیا ہم آپؐ کو عبد مانتے ہیں تو ان جیسی عبدیت ہم نے اختیار کی کیا ہم اس سے واقف ہیں؟ اگر نہیں تو ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔ کیا ہم اس زمانے میں ان لوگوں میں شامل ہیں جو سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب بندے سے کلام نہیں کرتا؟ کیا ہم بھی اس قرآن کو صرف رسمی کتاب سمجھ بیٹھے ہیں؟ کیا آج ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود کثرت سے بھیجتے ہیں؟ دُرود بھیجنا بھی بڑا بابرکت ہوتا ہے لوٹ کر ہم پر ہی آتا ہے۔ اس کو بھی ہم اپنا ورد بنالیں اور نہایت محبت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کریں۔ کہا جاتا ہے کہ دُرود دکھی دل سے بھیجو تو دُکھ کس بات کا؟ کبھی اپنے خیالوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آپ کی خاطر دکھ برداشت کیے۔ ان کو ذرا اپنے ذہن میں لاکر کہ کیا کیا ان کے ساتھ ہوا۔ تو آپ دُرود پڑھیں تاکہ آپ کے دل کی حالت وہ ہو کہ اس رسولؐ نے ہمارے لئے کیا کیا دکھ برداشت نہیں کیے۔ کیا ہم اللہ کو ایک ماننے والے بنے ہوئے ہیں یا ہمارے دلوں میں بھی شرک اور غیر اللہ سے مدد کی توقعات بھری ہیں اور ہم **ایاک نستعین** تو کہتے ہیں لیکن عملاً مدد کے لئے دنیاوی ذرائع پر نظر رکھے رہتے ہیں۔ ایسے بتوں کو نکال کر باہر پھینکیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو آج ہم دعا کریں اور جو دُرود بھیجیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قبول ہو۔ آمین۔

☆☆☆☆

ختم نبوت

از: اعظم علوی

ہوئی ہے ختم نبوت نبی اکرمؐ پر
بلند و بالا و ارفع مقامِ احمدؐ ہے
صدی کے سر پر جو آیا اسے نبی نہ کہو
وہ خاکِ پائے محمدؐ، غلامِ احمدؐ ہے

3 مارچ 1971ء

☆☆☆☆

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان فتح

خطبہ جمعہ عامر عزیز الازھری مورخہ 3 فروری 2012ء بمقام جامع دارالسلام، لاہور

میں نے ابھی آپ کے سامنے سورۃ الضحیٰ تلاوت کی ہے جو قرآن مجید کی 93 سورۃ ہے اس کا ترجمہ اس طرح ہے:

ترجمہ: ''دن کی روشنی گواہ ہے۔ اور رات جب ساکن ہو۔ تیرے رب نے تجھے نہیں چھوڑا، نہ وہ ناراض ہوا۔ اور پچھلی حالت یقیناً تیرے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے۔ اور تیرا رب تجھے جلد دے گا سو تو خوش ہو جائے گا۔ کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا سو پناہ دی۔ اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا۔ اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا۔ سو یتیم پر سختی نہ کر۔ اور سوالی کو نہ ڈانٹ۔ اور اپنے رب کی نعمت کا ذکر کرتا رہ''۔

یہ سورۃ جو بہت ہی مختصر چھوٹی چھوٹی گیارہ آیات پر مشتمل ہے ان میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی کا نقشہ اللہ تعالیٰ نے کھینچ دیا ہے۔ یعنی اگر ہم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا نمونہ دیکھنا چاہئیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرنا چاہیں اور غور وفکر کرنا چاہیں تو ہم ان آیات سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں۔ یہاں جو الفاظ استعمال کیے وہ اللہ تعالیٰ نے اتنی حکمت کے ساتھ استعمال کیے ہیں کہ دن کی روشنی گواہ ہے۔ آپؐ کو سراج منیر ابھی کہا گیا کہ آپ ایک چمکتا ہوا سورج ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم اور آپؐ کی اخلاق کی تعلیم، دنیا کو سنوارنے کی تعلیم، آخرت کو سنوارنے کی تعلیم وہ کسی اور شخص کو نہیں ملی۔ اور پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کہا کہ آپؐ کی رحمت، آپؐ کی تعلیم وہ تمام جہانوں کے لئے ہے۔ کسی ایک شخص کے لئے، ایک قوم کے لئے، ایک امت کے لئے محدود نہیں رکھی بلکہ یہ کہا کہ ہم نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ یہاں پر دن کی روشنی سے مراد یہی ہے کہ جس طرح روشنی میں ہر چیز آپ کو نظر آتی ہے۔ اسی طرح سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تبدیلی پیدا کی وہ دن کی روشنی کی طرح نظر آنے والی چیز ہے۔ اس میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے پہلے کے حالات کو دیکھیں اور پھر جو تبدیلی آپؐ نے اس معاشرے میں پیدا کر دی تو وہ ایک دن کی روشنی کی طرح گواہی دینے والی ہے۔ اسی لئے آپؐ کی تعریف صرف مسلم ہی نہیں بلکہ بے شمار غیر مسلم بھی کرتے ہیں کہ آپؐ نے کس طرح تھوڑے عرصہ میں ایک پوری کی پوری قوم کو بدل دیا۔ آپ ذرا غور کریں کہ پاکستان کو بنے ہوئے تقریباً 60 سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے ہم کیا تبدیلی پیدا کر سکے۔ یہاں تو بڑے پڑھے لکھے لوگ ہیں۔ یہاں پر تو آج وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم Civilized سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس سوسائٹی میں تشریف لائے وہ Civilized نہیں تھی پڑھی لکھی تھی۔ وہ جہالت کی گہرائیوں میں تھی اور اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں میں تبدیل کر کے رکھ دیا۔ تو یہ جو انقلاب ہے کہا کہ یہ دن کی روشنی کی طرح گواہ ہے۔ پھر ساتھ جو دوسرے الفاظ استعمال کیے ''اور رات جب ساکن ہو جائے'' یہاں رات کی تاریکی کا ذکر نہیں کیا بلکہ کہا کہ رات جب ٹھہر جائے، ساکن ہو جائے۔ یعنی اسلام پر یہ حالت تو آسکتی ہے کہ اس کے ماننے والوں پر ایسے حالات آجائیں کہ یہ ٹھہرے ہوئے پانی کی طرح ہو جائیں۔ لیکن دین اسلام تاریک نہیں ہوسکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم تاریک نہیں ہوسکتی۔ اس کے ماننے والے اور رسول کریم صلعم کی پیروی کرنے والوں پر تو سکونت آسکتی

ہے۔ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے مشن کو پورا کرنے والے نہ بنیں اور ان کے اندر ٹھہراؤ آجائے لیکن اسلام کی روشنی تاریک نہیں ہوسکتی اس لئے یہاں پر جو لفظ استعمال کیا ہے کہ ''رات جب ساکن ہو جائے'' رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور قرآن مجید وہ تو روشنی کو لانے والے ہیں وہ ظلمت کو دور کرنے والے ہیں۔اسی لئے قرآن مجید میں آتا ہے کہ ہم نے تمہیں اس لئے بھیجا کہ ''تو ان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے کر آئے'' تو کیسے یہ ممکن ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور آپؐ کی حکمت پر تاریکی چھا جائے۔پھر خدا تعالیٰ نے وہ نظام قائم کر دیا کہ جس کے ذریعے یہ فرمایا کہ آپ صلعم کی لائی ہوئی تعلیم آگے چلتی رہے گی۔ اس کا کبھی اختتام نہیں ہوسکتا یعنی مجدّد دین اور مصلحین کا سلسلہ۔

پھر جہاں سکونت کا ذکر کیا وہیں کہا کہ اور پچھلی حالت تیرے لئے پہلی حالت سے بہتر ہے۔اب اگر آپ غور کریں تو رسول کریم صلعم کو یہ پیشگوئی ان حالات میں دی جا رہی ہے کہ جن حالات میں آپؐ کو اور آپؐ کے ساتھیوں کو جان بچانا مشکل تھی۔یعنی اللہ تعالیٰ یہ کہتا ہے کہ یقیناً جو تیری پچھلی حالت ہے یعنی بعد میں آنے والا جو تیرا وقت ہے یقیناً وہ بہتر ہے۔اللہ آپؐ کو ضائع نہیں کرے گا۔اسی لئے رسول کریم صلعم نے فرمایا اسلام غربت کی حالت میں شروع ہوا یعنی بہت کمزوری کی حالت میں شروع ہوا تھا اور پھر وہ وقت آئے گا کہ یہ اس طرح کمزوری کی طرف چلا جائے گا۔لیکن یہاں پر اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلعم کو یہ وعدہ دیا کہ یقیناً جو پچھلی حالت ہے وہ تیری پہلی حالت سے بہتر ہوگی۔یہ نہیں ہوسکتا کہ آج اللہ تعالیٰ نے جو تمہیں غلبہ عطا کیا ہے وہ کل ختم ہو جائے گا۔

آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پچھلا دور ہے۔اس میں ہمیں اپنے اردگرد بے شمار کمزوریاں نظر آتی ہیں، امت مسلمہ کے اندر بے شمار نقائص نظر آتے ہیں۔دنیا میں ہماری وہ طاقت اور حیثیت نہیں ہے جو اس وقت باقی مذاہب یا باقی قوموں کی ہے۔تمام تعلیم جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی یا وہ تصورات جو اسلام نے پیش کیے وہ آج کے سائنسی دور میں سچ ثابت ہو رہے ہیں

اب غور کریں تو قرآن مجید میں بنیادی نقطہ جو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا وہ یہ ہے کہ ''ہم نے ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا'' اب یہ اُس زمانے میں جو انسان عرب میں رہتا تھا۔وہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کا انسان تھا۔وہ سائنسدان نہیں تھا اس کے لئے یہ بڑا عجیب و غریب قسم کا نقطہ تھا۔لیکن وہی چیز آج سائنس بتاتی ہے کہ زندگی پانی سے شروع ہوئی۔اس لئے آخری دور کے لئے کہا کہ وہ دور خود بخود اسلام کی تعلیم اور رسول کریم صلعم کی حقانیت کو ظاہر کرے گا جیسے کہ ثابت ہو گیا کہ پانی سے زندگی وجود میں آئی۔پھر اسی طرح قرآن مجید میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور زمین پیدا کیے'' اب یہ بھی اس وقت کا انسان نہیں سوچ سکتا ہے کہ ایک آسمان تو ہمیں نظر آتا ہے اور ایک ہی زمین ہمیں نظر آتی ہے۔یہ سات کیسے ہیں۔لیکن اب آج جتنے بھی سائنسدان معلومات اکٹھی کرتے جا رہے ہیں ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کی سچائی بڑھتی جاتی ہے۔آج کے سائنسدان یہ کہتے ہیں کہ زمین تو ایک ہے۔لیکن آسمانوں کا ذکر ہے کہ ایسے ایسے اور سیارے ہیں ان سے آگے اور سیارے ہیں کہ جن کا علم ابھی انسانی بس میں نہیں۔قرآن مجید نے بھی جہاں سات کہا اس کا مطلب اس کی کثرت ہے۔ وہاں اس کی وسعت کا ذکر کیا۔سورۃ التکویر جو قرآن مجید کی 92 سورۃ ہے اس میں بے شمار ایسی آیات ہیں جن کی سچائی آج کے روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ان میں سے ایک دو میں آپ کے سامنے بیان کر دیتا ہوں۔اس سے آپ دیکھ لیں گے کہ کس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ صرف ایک آیت لے لیں کہ ''جب اونٹنیاں بیکار کر دی جائیں گی'' آج سے چار سو سال پہلے بھی اور چودہ سو سال پہلے تو بہت ہی مشکل کام تھا۔ایک انسان کا تصور میں لانا کہ یہ اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی جن پر وہ اپنا تمام زندگی کا کاروبار کرتے تھے۔لیکن آج دیکھیں انٹنیاں بیکار ہوگئیں۔یہ تو رسول کریم صلعم کی سچائی کو واضح کرنے والا دور ہے۔اب اونٹنیوں پر دنیا میں نہ سواری ہوتی ہے اور نہ اور کام۔پھر اسی طرح اسی سورت میں آتا ہے کہ ''جب لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے'' اب یہ بھی ایک ایسا تصور تھا کہ اس وقت کے لوگ کہتے تھے کہ یہ شخص نعوذ باللہ شاعروں کی باتیں کرتا ہے، لوگ ملا دیئے جائیں گے۔ حالانکہ ایک بندے کو دوسرے بندے سے ملنے کے لئے مہینے لگ جاتے ہیں اور یہ کہتا ہے کہ لوگ باہم ملا دیئے جائیں گے۔اس وقت کوئی گلوبل ویلج کا تصور نہیں تھا۔لیکن آج

لوگ آپس میں مل گئے ہیں۔ آج انسان ادھر بیٹھا ہے اور شام کو وہ دنیا کے دوسرے کونے میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ آج آپ انٹرنیٹ پر بیٹھ جائیں تو ایک شخص جو امریکہ میں ہے آپ سے بڑی آسانی سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ پھر اسی طرح ایک اور آیت ہے کہ ''جب صحیفے پھیلا دیئے جائیں گے'' آج سے چودہ سو سال پہلے کا انسان یہ سب کچھ سوچ نہیں سکتا تھا کہ ہم لکھتے ہیں پتوں پر، کھال پر، زیادہ سے زیادہ چمڑے پر اور قرآن مجید کا بھی ایک ہی نسخہ ہے۔ قلم نہیں ہے، کاغذ نہیں ہے اور آپؐ دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ صحیفے پھیل جائیں گے مگر آج ہزاروں کی تعداد میں کتابیں شائع ہوتی ہیں، میگزین نکلتے ہیں۔ صحیفوں سے مراد اگر آپ صرف مذہبی کتب لے لیں یا الہامی کتب کو لے لیں تب بھی ہمیں نظر آتا ہے کہ بائیبل لاکھوں کی تعداد میں چھپتی ہے، قرآن مجید کروڑوں کی تعداد میں چھپتا ہے۔ تو کہا کہ یہ صحیفے پھیل جائیں گے کتابیں پھیل جائیں گی۔ یہی رسول کریم صلعم سے وعدہ فرمایا تھا کہ یقیناً پچھلی حالت وہ پہلے سے بہتر ہے۔

پھر اسی طرح ایک آیت ہے ''جب آسمان کی کھال اتار دی جائے گی'' آج ایک نئی سے نئی چیز ہمارے سامنے آرہی ہے۔ تو آسمان کی کھال کو اتارنا یہ کہا کہ سیاروں کے علوم کھل جائیں گے اور یہ ہو رہا ہے۔ پھر اسی سورۃ میں آتا ہے کہ'' جب آگ بھڑکا دی جائے گی'' یا جہنم بھڑکا دی جائے گی یہ آگ بھی ہمیں نظر آتی ہے۔ جنگ، بم اور گولہ بارود جہنم سے کم نہیں ہے۔ پورے کے پورے شہر اس نے تباہ کر دیئے، نسلوں کی نسلیں تباہ ہوئیں اور آج تک اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔ پھر اسی طرح جنگی آلات یا آج تک جو قتل و غارت ہے۔ تو یہ آگ ہے جو ہمیں بھڑکی ہوئی نظر آتی ہے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کو کہا گیا کہ ''یقیناً تجھے تیرا رب دے گا اور تو خوش ہو جائے گا'' اور آپؐ کو جو اللہ تعالیٰ نے سچائی کی تعلیم دی، عزت اور شہرت عطا کی اور جو آپؐ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تبدیلی پیدا کر دی تو کہا تو خوش ہو جائے گا۔ ''کیا اس نے تجھے یتیم نہیں پایا سو پناہ دی اور تجھے طالب پایا تو راستہ بتایا اور تجھے تنگ دست پایا تو غنی کر دیا'' یہاں رسول کریم صلعم کی ان تین آیات میں تین حالتوں کو بیان کیا۔ پہلی یہ کہ تجھے یتیم پایا تو اللہ تعالیٰ نے پناہ دے دی یعنی یتیمی کی حالت کو بُری حالت نہیں کہا۔ رسول کریم صلعم پر بھی

یہ حالت آئی۔ تو کہا یہ جو پہلی جو حالت ہے یہ مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے۔ تمام انسانوں کے لئے سبق ہے کہ یتیم کو اللہ تعالیٰ پناہ دینے والا ہے وہ پناہ دے گا۔ اور پھر کہا کہ تجھے طالب پایا تو تجھے راستہ دکھایا یعنی جب دیکھا کہ آپؐ کچھ حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے علوم کے راستے کھول دیئے، پھر یہ کہ تجھے تنگ دست پایا تو تجھے غنی کر دیا۔ تو یہ رسول کریم صلعم کی وہ تین حالتیں جو ہمیں نظر آتی ہیں آپؐ کی زندگی میں یہ تینوں حالتیں گذریں لیکن ساتھ ہی کہا کہ جب یہ حالتیں جن سے تو گذرا ہے اور اللہ نے تمہاری مدد کی ہے تو کہا ''یتیم پر سختی نہ کر'' اب رسول کریم صلعم کو بھی حکم ہوتا ہے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس یتیمی کی حالت سے کامیاب ترین انسان بنا دیا۔ اب تم بھی یتیموں کے لئے رحمتہ للعالمین بن جاؤ۔ سو یتیم پر سختی نہ کر یہ حکم سارے مسلمانوں کے لئے ہے۔ اسی لئے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلعم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔ اور پھر آگے فرمایا'' اور سائل کو ڈانٹ مت'' آپ نہیں دے سکتے تو معذرت کر لیں۔ پھر فرمایا'' اور اپنی رب کی نعمت کا ذکر کرتا رہ'' یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھے تنگ دستی کی حالت سے نکال کر نیت کی اعلیٰ ترین معراج عطا کی ہے۔ آپؐ اللہ کی ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔ یہ ہر وقت ہر انسان کے لئے ہے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہنا چاہیے۔

ایک بہت اچھے مصنف ہیں عطا الحق قاسمی صاحب انہوں نے اپنے کالم میں لکھا کہ ان کا ایک دوست آیا اس نے بہت مایوسی کی باتیں شروع کر دیں کہ بس زندگی سے تنگ آ گیا ہوں۔ کہا کیا مسئلہ ہے تو کہنے لگا کہ بجلی نہیں ہے پانی نہیں ہے۔ صبح سے میں نہا نہیں سکا وغیرہ وغیرہ۔ تو وہ کہتے ہیں میں نے کہا بھائی پھر تو تمہیں اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اس نے کہا وہ کیسے۔ کہا جب آپ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اب جب پیدا ہو گئے تو اللہ نے آپ کو ہوا بھی دی، پانی بھی دیا پھر اللہ نے آپ کو صحیح سلامت اس عمر کے اس حصے میں پہنچا دیا جس میں پہنچنے سے قبل بہت سارے لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں۔ کہنے لگے میں نے اس سے کہا کہ تمہاری صحت اچھی ہے؟ کہنے لگا ہاں اچھی ہے، کہا اولاد بھی ہے؟ کہنے لگا ہاں اولاد بھی ہے۔ کہنے لگے باقی ساری زندگی میں تمہیں کوئی اور پریشانی ہے؟ کہنے لگا کوئی

پریشانی نہیں ہے تو پھر انہوں نے کہا پھر تو تمہیں اللہ کا ہر وقت شکر ادا کرنا چاہیے کہ تمہیں کوئی پریشانی نہیں، پانی آج نہیں ہے کل مل جائے گا، آج بجلی نہیں ہے تھوڑی دیر بعد آ ہی جائے گی۔ مقصد کہنے کا یہ ہے کہ ایک انسان کو اللہ تعالیٰ نے اچھے عضاء دیئے وہ چل پھر رہا اور کام کر رہا ہے۔ اس سے بڑھ کر اللہ کی نعمت کیا ہو سکتی ہے۔

حضرت مرزا صاحب نے بھی اسی لئے رسول کریم صلعم کی جو تعریف کی آپؑ فرماتے ہیں:

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
جو راز دیں تھے بھارے اس نے بتائے سارے
دولت کا دینے والا فرمانروا یہی ہے

یعنی وہ راز دیں جو کہ بہت مشکل لوگوں کو نظر آتے تھے۔ خدا کی ذات کو پہچاننا لوگوں کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ وہ دین کے مشکل راز جو آنحضرت صلعم نے تمام انسانوں کو سکھا دیئے کہ خدا کا تصور کوئی مشکل نہیں ہے۔

پھر آگے فرمایا:

وہ دلبر یگانہ علموں کا ہے خزانہ
باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

یعنی رسول کریم صلعم کی جو ذات ہے وہ علموں کا خزانہ ہے۔ اس قرآن سے صرف اتنے علوم نکلے اور اس سے اتنی روشنی نکلی کہ بے شمار دوسرے علوم سامنے آ گئے۔

حضرت صاحب نے رسول کریم صلعم کی مدح میں جو لکھا ہے ان کی کچھ تحریرات آپ کو سناتا ہوں کہ کس طرح سے رسول کریم صلعم کی مدح آپ نے کی۔

آپ فرماتے ہیں: ”کہ نوع انسان کے لئے اب روئے زمین پر کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلعم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا تم آسمان پر نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہو گی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلعم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب۔ اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبیؐ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ متاع پائے جس کو قرون اولیٰ کھو چکے تھے اور حضرت محمد مصطفیٰ نے وہ متاع پائے جس کو موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ کھو چکا تھا۔ اب محمدی سلسلہ موسوی سلسلہ کے قائم مقام ہے مگر شان میں ہزار درجہ بڑھ کر۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو جو ملائک میں نہیں تھا، نجوم میں بھی نہیں تھا، قمر میں بھی نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی نہیں تھا، وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا وہ لعل اور یاقوت اور زمرد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا صرف انسان میں تھا۔ یعنی انسان کامل جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع فرد ہمارے سید مولیٰ، سید انبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ سو وہ نور اس انسان کو دیا گیا اور حسب مراتب اس کے تمام ہم رنگوں کو بھی یعنی ان لوگوں کو جو کسی قدر وہی رنگ رکھتے ہیں اور یہ شان اعلیٰ اور اکمل اور اتم طور پر ہمارے سید، ہمارے مولیٰ، ہمارے ہادی، نبی، امی، صادق، مصدوق محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی تھی“۔ یہ ماہ ربیع الاوّل جس میں رسول کریم صلعم اس دنیا میں تشریف لائے۔ یہ ہمارے لئے بابرکت مہینہ ہے، بڑی بابرکت گھڑیاں ہیں جن میں ہم رسول کریم صلعم کی سیرت کو بھی بیان کریں اور پوری کوشش کے ساتھ اس پر عمل کریں اور رسول کریم صلعم کی لائی ہوئی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھال سکیں۔

☆☆☆☆

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر حضور صلعم کی زندگی کی شہادت

حضرت مجدّد زماں مسیح دوراں مرزا غلام احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ

’’انبیاء وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی کامل راست بازی کی قوی حجت پیش کر کے اپنے دشمنوں کو بھی الزام دیا جیسا کہ یہ الزام قرآن شریف میں حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے موجود ہے جہاں فرمایا ہے: ’’یعنی میں ایسا نہیں کہ جھوٹ بولوں اور افتراء کروں‘‘۔ دیکھو میں چالیس برس پہلے تم میں ہی رہتا رہا ہوں کیا کبھی تم نے میرا کوئی جھوٹ یا افتراء ثابت کیا۔ پھر کیا تم کو اتنی سمجھ نہیں۔ یعنی یہ سمجھ کہ جس نے کبھی آج تک کسی قسم کا جھوٹ نہیں بولا وہ اب خدا پر کیوں جھوٹ بولنے لگا۔ غرض انبیاء کے واقعات عمری اور ان کی سلامت ایسی بدیہی طور پر ثابت ہے کہ اگر سب باتوں کو چھوڑ کر ان کے واقعات کو ہی دیکھا جائے تو ان کی صداقت ان کے واقعات سے ہی روشن ہو رہی ہے۔ مثلاً اگر کوئی منصف اور عاقل ان تمام براہین اور دلائل صدق نبوت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے قطع نظر کر کے محض ان کے حالات پر ہی غور کریں تو بلاشبہ انہیں حالات پر غور کرنے سے ان کے نبی صادق ہونے پر دل سے یقین کرے گا اور کیونکر یقین نہ کرے وہ واقعات ہی ایسے کمال سچائی اور صفائی سے معطر ہیں کہ حق کے طالبوں کے دل بلا اختیار ان کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔

خیال کرنا چاہیے کہ کس استقلال سے آنحضرت صلعم اپنے دعویٰ نبوت پر باوجود پیدا ہو جانے ہزاروں خطرات اور کھڑے ہو جانے لاکھوں معاندوں اور مزاحموں اور ڈرانے والوں کے اوّل سے اخیر تک ثابت اور قائم رہے۔ برسوں تک وہ مصیبتیں دیکھیں اور دکھ اٹھانے پڑے جو کامیابی سے بکلی مایوس کرتے تھے اور روز بروز بڑھتے جارہے تھے کہ جن پر صبر کرنے سے کسی دینوی مقصد کا حاصل ہو جانا وہم میں بھی نہیں گذرتا تھا۔ بلکہ نبوت کا دعویٰ کرنے سے اپنی پہلی جمعیت کو بھی کھو بیٹھے اور ایک بات کہہ کر لاکھ تفرقہ خرید لیا اور ہزاروں بلاؤں کو اپنے سر پر بلا لیا۔ وطن سے نکالے گئے۔ قتل کے لئے تعاقب کئے گئے۔ گھر اور اسباب تباہ و برباد ہو گئے۔ بارہا زہر دی گئی۔ اور جو خیر خواہ تھے وہ بدخواہ بن گئے اور جو دوست تھے وہ دشمنی کرنے لگے اور ایک زمانہ دراز تک وہ تلخیاں اٹھانی پڑیں کہ جن پر ثابت قدمی سے ٹھہرے رہنا کسی فریبی اور مکار کا کام نہیں۔

اور پھر جب مدت مدید کے بعد غلبہ اسلام کا ہوا تو ان دولت اور اقبال کے دنوں میں کوئی خزانہ اکٹھا نہ کیا، کوئی عمارت نہ بنائی۔ کوئی بارگاہ تیار نہ ہوئی۔ کوئی سامان شاہانہ عیش و عشرت کا تجویز نہ کیا گیا، کوئی اور ذاتی نفع نہ اٹھایا بلکہ جو کچھ آیا وہ سب یتیموں اور مسکینوں اور بیوہ عورتوں اور مقروضوں کی خبر گیری پر خرچ ہوتا رہا۔ اور کبھی ایک وقت بھی سیر ہو کر نہ کھایا۔ پھر صاف گوئی اس قدر کہ توحید کا وعظ کر کے سب قوموں اور سب فرقوں اور تمام جہان کے لوگوں کو جو شرک میں ڈوبے ہوئے تھے۔ مخالف بنا لیا جو اپنے اور خویش تھے ان کو بت پرستی سے منع کر کے سب سے پہلے دشمن بنایا۔ یہودیوں سے بھی بات بگاڑ لی۔ کیونکر طرح طرح کی مخلوق پرستی اور بداعمالیوں سے روکا۔ حضرت مسیح کی تکذیب اور توہین سے منع کیا جس سے ان کا نہایت دل جل گیا۔ اور سخت عداوت پر آمادہ ہو گئے۔ اور ہر دم قتل کر دینے کی گھات میں رہنے لگے۔ اسی طرح عیسائیوں کو بھی خفا کر دیا۔ کیونکہ جیسا کہ ان کا اعتقاد تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ خدا کا بیٹا قرار دیا اور نہ ان کو پھانسی مل کر دوسروں کو بچانے والا تسلیم کیا۔ آتش پرست اور ستارہ پرست بھی ناراض ہو گئے۔ اور ان کو بھی ان کے دیوتوں کی پرستش سے ممانعت کی گئی اور مدار نجات صرف توحید ٹھہرائی گئی۔

اب جائے انصاف ہے کہ کیا دنیا حاصل کرنے کی یہی تدبیر تھی کہ ہر ایک فرقہ کو ایسی ایسی صاف اور دل آزار باتیں سنائی گئیں کہ جس سے سب نے مخالفت پر کمر باندھ لی۔ اور سب کے دل ٹوٹ گئے اور قبل اس کے کہ اپنی کچھ ذرہ بھی جمعیت بنی ہوتی۔ یا کسی کا حملہ روکنے کے لئے کچھ بہم پہنچ جاتی۔ سب کی طبیعت کو

ایسا اشتعال دے دیا کہ جس سے وہ خون کے پیاسے ہوگئے۔ زمانہ سازی کی تدبیر تو یہ تھی کہ جیسا کہ بعضوں کو جھوٹا کہا تھا ویسا ہی بعضوں کو سچا بھی کہا جاتا۔ اگر بعض مخالف ہوتے تو بعض موافق بھی رہتے بلکہ اگر عربوں کو کہا جاتا کہ تمہارے لات و عزی سچے ہیں تو وہ تو اسی دم قدموں پر گر پڑتے۔ اور جو چاہتے ان سے کراتے کیونکہ سب خویش اور اقارب اور جمعیت قومی میں بے مثل تھے اور ساری بات مانی منائی تھی۔ صرف تعلیم بت پرستی سے خوش ہوجاتے اور بدل و جان اطاعت اختیار کرتے۔ لیکن سوچنا چاہیے کہ آنحضرت صلعم کا یک لخت ہر خویش و بیگانہ سے بگاڑ لینا اور صرف توحید کو جوان دنوں میں اس سے زیادہ دنیا کے لئے کوئی نفرتی چیز نہ تھی اور جس کے باعث سے صدہا مشکلیں پڑتی جاتی تھیں بلکہ جان سے مارے جانا نظر آتا تھا مضبوط پکڑ لینا یہ کس مصلحت دینوی کا تقاضا تھا اور جبکہ پہلے اس کے باعث سے اپنی تمام دنیا اور جمعیت برباد کر چکے تھے تو پھر اسی بلا انگیز اعتقاد پر اصرار کرنے سے کہ جس کو ظاہر کرتے ہیں تو مسلمانوں کو قید اور زنجیر اور سخت سخت ماریں نصیب ہوئیں کس مقصد کا حاصل کرنا مراد تھا۔ کیا دنیا کمانے کے لئے یہی ڈھنگ تھا کہ ہر ایک کو کلمہ تلخ جو اس کی طبع اور عادت اور مرضی اور اعتقاد کے برخلاف تھا۔ سنا کر سب کو ایک دم کے دم میں جانی دشمن بنالیا۔ اور کسی ایک آدھ قوم سے بھی پیوند نہ رکھا۔ جو لوگ طامع اور مکار ہوتے ہیں، کیا وہ ایسی ہی تدبیریں کیا کرتے ہیں کہ جس سے دوست بھی دشمن ہوجائیں۔ جو لوگ کسی مکر سے دنیا کو کمانا چاہتے ہیں کیا ان کا یہی اصول ہوا کرتا ہے کہ یکبارگی ساری دنیا کو عداوت کرنے کا جوش دلا دیں اور اپنی جان کو ہر وقت کی فکر میں ڈال لیں۔ لیکن واقعات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر نظر کرنے سے یہ بات نہایت واضح اور نمایاں اور روشن ہے کہ آنحضرت صلعم اعلیٰ درجہ کے یک رنگ اور صاف باطن اور خدا کے لئے جانباز اور خلقت کے بیم و امید سے بالکل منہ پھیرنے والے اور محض خدا پر توکل کرنے والے تھے کہ جنہوں نے خدا کی خواہش اور وحی میں محو اور فنا ہو کر اس بات کی کچھ پرواہ نہ کی کہ توحید کی منادی کرنے سے کیا کیا بلا میرے سر پر آوے گی اور مشرکوں کے ہاتھ سے کیا کچھ دکھ اور درد اٹھانا ہوگا بلکہ تمام شدتوں اور سختیوں اور مشکلوں کو اپنے نفس پر گوارا کر کے اپنے مولیٰ کا حکم بجالائے۔ اور جو جو شرط مجاہدہ اور روعظ و نصیحت کی ہوتی ہے وہ سب پوری کی اور کسی ڈرانے والے کو کچھ حقیقت نہ سمجھا۔ ہم سچ سچ کہتے ہیں کہ تمام نبیوں کے واقعات میں ایسے مواتعات خطرات اور پھر کوئی ایسا خدا پر توکل کر کے کھلے کھلے شرک اور مخلوق پرستی سے منع کرنے والا اور اس قدر دشمن اور پھر کوئی ایسا ثابت قدم اور استقلال کرنے والا ایک بھی ثابت نہیں۔ پس ذرا ایمانداری سے سوچنا چاہیے کہ یہ سب حالات کیسے آنحضرت صلعم کی اندرونی صداقت پر ملالت کر رہے ہیں۔

ماسوا اس کے جب عاقل آدمی ان حالات پر اور بھی غور کرے کہ وہ زمانہ جس میں آنحضرت صلعم مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربانی اور ہادی آسمانی کی اشد محتاج تھی۔ اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور لاکھوں سینوں پر لا الہ الا اللہ کا نقش جمادیا اور جو نبوت کی علت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم حصول نجات کی اس کو ایسا کمال تک پہنچا دیا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔ تو ان واقعات پر نظر ڈالنے سے بلا اختیار یہ شہادت دل سے جوش مار کر نکلے کہ آنحضرت صلعم ضرور خدا کی طرف سے سچے ہادی ہیں۔

جو شخص تعصب سے انکاری ہو اس کی مرض تو لاعلاج ہے۔ خواہ وہ خدا سے بھی منکر ہو جائے ورنہ یہ آثار صداقت جو آنحضرت صلعم میں کامل طور پر جمع ہیں کسی اور نبی میں کوئی ایک تو ثابت کر کے دکھاوے تا ہم بھی جانیں۔ آج صفحہ دنیا میں وہ شے جس کا نام توحید ہے۔ سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور فرقہ میں نہیں پائی جاتی اور بجز قرآن شریف کے اور کسی کتاب کا نشان نہیں ملتا کہ جو کروڑ ہا مخلوقات کو وحدانیت الٰہی پر قائم کرتی ہو۔ اور کمال تعظیم سے اس سچے خدا کی طرف رہبر ہو۔ ہر ایک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خدا بنا لیا۔ اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدل اور اپنی ازلی صنعتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا۔

سو یہ تمام واقعات ایسے ہیں کہ جن سے ہادی اسلام کا صدق نبوت اظہر من الشمس ہے کیونکہ معنی نبوت کے اور علت غائی رسالت اور پیغمبری کی انہیں ذات بابرکات میں ثابت اور محقق ہو رہی ہے اور جیسا کہ مصنوعات سے صانع شناخت کیا جاتا ہے ویسا ہی عاقل لوگ اصلاح موجودہ سے اس مصلح ربانی کی شناخت کر رہے ہیں۔

اسی طرح ہزار ہا ایسے اور بھی واقعات ہیں کہ جن سے آنحضرت صلعم کا موئید

بتائید الٰہی ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر بے زور بے کس امی یتیم تنہا غریب ایسے زمانے میں کہ جس میں ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہین قاطعہ اور حجج واضح سے اس کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کی جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرادیا اور انہی تختوں پر غریبوں کو بٹھا دیا اگر یہ خدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھا کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے۔

خیال کرنا چاہیے کہ جب آنحضرت صلعم نے پہلے پہل مکے کے لوگوں میں منادی کی کہ میں نبی ہوں اس وقت ان کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضہ میں آگیا تھا۔ کہ جس پر اعتماد کر کے تما بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا۔ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اس وقت آنحضرت صلعم زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے۔ صرف ان کے ساتھ خدا تھا۔ جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔

پھر ذرا اس طرف غور کرنا چاہیے کہ وہ کس مکتب میں پڑھتے تھے اور کس سکول کا پاس حاصل کیا تھا اور کب انہوں نے عیسائیوں اور یہودیوں اور آریہ لوگوں وغیرہ دنیا کے فرقوں کی مقدس کتابیں مطالعہ کی تھیں۔ پس قرآن شریف کا نازل کرنے والا خدا نہیں ہے تو کیونکر اس میں تمام دنیا کے علوم حقہ الہیہ لکھے گئے اور وہ تمام ادلہ کاملہ علم الہیات کی کہ جن کی باستیفا اور بصحت لکھنے سے سارے منطقی اور معقولی فلسفی عاجز رہے اور ہمیشہ غلطیوں میں ہی ڈوبتے مر گئے وہ کس فلاسفر بے مثل و مانند نے قرآن شریف میں درج کر دیں اور کیونکر وہ اعلیٰ درجہ کی مدلل تقریریں کہ جن کی پاک اور روشن دلائل کو دیکھ معزز حکیم یونان اور ہند کے اگر کچھ شرم ہو تو جیتے جی ہی مر جائیں۔ ایک غریب امی کے ہونٹوں سے نکلیں۔ اس قدر دلائل صدق کے پہلے نبیوں میں کہاں موجود ہیں۔ آج دنیا میں وہ کونسی کتاب ہے جو ان سب باتوں میں قرآن شریف کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ کسی نبی پر وہ سب واقعات جو ہم نے بیان کئے ہیں۔ مثلاً آنحضرت صلعم کے گذرنے ہیں؟ (براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۶۔۱۲۸)

اطلاع

تمام احباب جماعت کو مطلع کیا جاتا ہے کہ لیزر کی نئی کلاس برائے سال 2012ء کا آغاز مورخہ یکم اپریل 2012ء سے ہو رہا ہے تمام نوجوان طلباء جو لیزر کی نئی کلاس میں داخلہ لینے کے خواہشمند ہیں وہ اپنی درخواست تعلیمی اسناد کے ساتھ 15 مارچ 2012ء تک انجمن کے دفتر میں جمع کروا دیں۔ داخلہ کے امیدوار کے لئے میٹرک پاس ہونا لازمی ہے۔

طالب علم کے قیام و طعام کا انتظام انجمن کے ذمہ ہوگا اور طالب علم کو معقول وظیفہ بھی دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ گریجویٹ حضرات بھی اس میں داخلہ لے سکتے ہیں۔ فارغ التحصیل طلباء کو اندرون و بیرون ملک تعلیمی قابلیت کے مطابق تعینات کیا جائے گا۔

والسلام

عامر عزیز
جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت

از قلم: قاری غلام رسول صاحب

خاتم الانبیاء رحمت عالم محسن انسانیت، امام الانبیاء، احمد مجتبیٰ حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے حوالہ سے ربیع الاوّل کا مہینہ معروف ہے۔ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری انسانیت پر خدا تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر احسان فرمایا کہ ان میں ایک عظیم الشان رسول بھیجا جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیات تلاوت کرتا ہے ان کا تذکیہ نفس کرتا ہے اور ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے۔ (سورۃ آل عمران)

اللہ تعالیٰ کے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل علاقائی اور قومی نبوتیں تھیں لیکن جب انسانیت اپنی بلوغت کو پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے تمام زمانوں اور تمام اقوام عالم کے لئے ایک بین الاقوامی رسول بھیجا جس کی رسالت و نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اعلان کر دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''تو کہہ دے اے لوگوں میں تمام انسانیت کی طرف اللہ کا رسول ہوں''۔ (سورۃ الاعراف)

اسی طرح قرآن حکیم تمام انسانیت کے لئے خدا تعالیٰ کا آخری ضابطہ حیات ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان اتارا تا کہ وہ تمام اقوام عالم کو ڈرائے''۔ (سورۃ الفرقان)

قرآن حکیم خاتم الکتب اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں۔ اب وحی نبوت کا خاتمہ ہے نہ اس رسول کے ہم مرتبہ کوئی رسول ہے نہ اس کتاب کے ہم مرتبہ کوئی کتاب ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مجدد صد چہار دہم فرماتے ہیں: ''نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اس دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے کہ خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس میں اور تمام مخلوق میں درمیان شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر برگذیدہ نبی ہمیشہ کے لئے زندہ ہے''۔ (کشتی نوح)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے مظہر اتم تھے آپ کی عظمت وشان انسانی ادراک سے بالاتر ہے۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں:

لایمکن الثناء کما کان حقہ　　بعد از خدا بزرگ تو ہی قصہ مختصر

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ اپنے نعتیہ کلام میں فرماتے ہیں:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم　　گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے بغیر ایمان کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے والدین بیوی بچوں اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں''۔ (بخاری شریف)

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر محبت کا دعویٰ درست نہیں۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کہہ دو کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا''۔ (سورۃ آل عمران)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہ اس معاملہ میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے تھے وہ بغیر حکم کے محض آپؐ کے عمل کو دیکھ کر اتباع کرنے لگتے تھے۔ اس سلسلہ میں صوم و صال کا واقعہ مشہور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ موسم گرما میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی روزے مسلسل رکھنے شروع کیے صحابہ کرامؓ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا میں نے تمہیں ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ انہوں نے عرض کیا ہم نے محض آپ کی اتباع کے پیش نظر ایسا کیا۔ آپؐ نے فرمایا تم ایسا نہ کیا کرو تم میں کون میری مثل ہوسکتا ہے۔

میرا رب تو رات کو مجھے کھلا پلا دیتا ہے میں اپنے رب کے ہاں رات گذارتا ہوں۔ آپ کا ارشاد شب بیداری اور ذکر و فکر کی روحانی غذا کی طرف تھا۔

(بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے ہمیشہ رہنے والی روحانی حیات عطا فرمائی اور آپ کی ختم نبوت کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے۔ عقیدہ حیات النبی اور عقیدہ ختم نبوت لازم وملزوم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں کوئی نیا یا پرانا نبی نہیں آسکتا۔ ختم نبوت اور حیات النبی کسی ایک عقیدہ کا انکار بھی کفر ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مجدّد صد چہار دہم فرماتے ہیں:

"حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی فضیلت ہے جو کسی نبی میں نہیں۔ میں اس کو عزیز رکھتا ہوں کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بیان نہیں کرتا ہے وہ میرے نزدیک کافر ہے"۔

(الحکم اگست 1903ء)

دوسرے مقام پر حضرت اقدس فرماتے ہیں:

"ہم قرآن سے کیا بلکہ کل کتابوں سے دکھا سکتے ہیں کہ جس قدر اخلاق اور خوبیاں کل انبیاء میں تھیں وہ سب کی سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جمع تھیں۔ اسی کی طرف ایک شاعر نے اشارہ کیا ہے:

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(البدر ستمبر 1904ء)

ختم نبوت کے حوالہ سے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"میں بڑے یقین اور دعویٰ سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوت ختم ہوگئے۔ وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلہ کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہوکر کوئی صداقت پیش کرتا ہے اور چشمہ نبوت کو چھوڑتا ہے۔ میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا آپؐ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپ کی ختم نبوت کو توڑتا ہے"(الحکم 10 جون 1905ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر مشروط طور پر اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں اور آپؐ پر تمام کا خاتمہ ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

ختم شد بدنفس پاکش ہر کمال

لا جرم شد ختم ہر پیغمبرے

ہست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را بروشد اختتام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے نزدیک خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا لعنتی اور واجب القتل ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "قرآن سے برگشتہ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے برگشتہ ہوکر نبوت کا دعویٰ کرنے والے کو ہم واجب القتل اور لعنتی کہتے ہیں"۔ (ملفوظات پنجم صفحہ 610)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت قرار دیا اور آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: "جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اس نے یقیناً اللہ کی اطاعت کی" (سورۃ النساء)

اور ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے: "بے شک وہ لوگ جنہوں نے آپ کی بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے"۔

(سورۃ الفتح)

سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہیں۔ آپ کی اتباع کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی اور نہ آپ کی پیروی کے بغیر کوئی سچا روحانی فیض حاصل ہوسکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و اقوال کا اتباع واجب

اور شرعی حجت ہے۔ آپؐ کی سنت و سیرت طیبہ سب کے لئے قابل عمل نمونہ ہے۔ جو لوگ آپؐ کی سنت و سیرت کی تحقیر کرتے ہیں ان کو کبھی خدا تعالیٰ کا قرب حاصل نہیں ہوسکتا اور نہ وہ قرآن کریم پر عمل کر سکتے ہیں۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خدمت میں ایک سوال پیش کر کے عرض کیا گیا کہ اس کا جواب صرف قرآن سے دیا جائے یعنی حدیث سے مدد نہ لی جائے آپ نے جو جواب دیا بہت غور کے قابل ہے۔ آپ فرماتے ہیں متقی کے واسطے مناسب ہے کہ اس قسم کا خیال دل میں نہ لاوے کہ حدیث کوئی چیز نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو عمل تھا وہ گویا قرآن کے مطابق نہ تھا۔ آج کل کے زمانہ میں مرتد ہونے کے قریب جو خیالات پھیلے ہوئے ہیں ان میں سے ایک خیال حدیث شریف کی تحقیر کا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کاروبار قرآن شریف کے ماتحت تھے۔ اگر قرآن شریف کے واسطے معلم کی ضرورت نہ ہوتی تو قرآن رسول پر کیوں اترتا۔ یہ لوگ بہت بے ادب ہیں کہ ہر ایک اپنے آپ کو رسول کا درجہ دیتا ہے۔ اور ہر ایک اپنے آپ کو ایسا خیال کرتا ہے کہ قرآن شریف اسی پر نازل ہوتا ہے۔ یہ بڑی گستاخی ہے کہ ایک چکڑالوی مولوی جو معنی قرآن کے کرے اس کو مانا جاتا ہے اور قبول کیا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کے رسول پر جو معنی نازل ہوئے ان کو نہیں دیکھا جاتا۔ خدا تعالیٰ نے تو انسانوں کو اس امر کا محتاج پیدا کیا ہے کہ ان کے درمیان کوئی رسول مامور مجدد ہو۔ مگر یہ چاہتے ہیں کہ ان کا ہر ایک رسول ہے اور اپنے آپ کو غنی اور غیر محتاج قرار دیتے ہیں۔ یہ سخت گناہ ہے۔ ایک بچہ محتاج ہے کہ وہ اپنے والدین سے تعلیم سیکھے اور بولنے لگے پھر استاد کے پاس بیٹھ کر سبق پڑھا جائے۔ استاد خالی است۔ چکڑالوی لوگ دھوکہ دیتے ہیں کہ کیا قرآن محتاج ہے۔ اے نادانو کیا تم بھی محتاج نہیں اور خدا تعالیٰ کی ذات کی طرح بے احتیاج ہو۔ قرآن تمہارا احتاج نہیں پر تم محتاج ہو کہ قرآن کو پڑھو سمجھو اور سیکھو جبکہ دنیا کے معمولی کاموں کے واسطے تم استاد پکڑتے ہو تو قرآن شریف کے واسطے استاد کی ضرورت کیوں نہیں۔ کیا بچہ ماں کے پیٹ سے نکلتے ہی قرآن پڑھنے لگے گا؟ بہر حال معلم کی ضرورت ہے۔ جب مسجد کا ملاں ہمارا معلم ہوسکتا ہے تو کیا وہ نہیں ہوسکتا جس پر قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ دیکھو قانون سرکاری ہے اس کے سمجھنے اور سمجھانے کے واسطے بھی آدمی مقرر ہیں حالانکہ اس میں کوئی ایسے معارف اور حقائق نہیں جیسے کہ خدا تعالیٰ کی پاک کتاب میں ہیں۔ یاد رکھو کہ سارے انوار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہیں۔ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہیں کرتے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوسکتا بجز نور اتباع خدا تعالیٰ کو پہنچانا مشکل ہے۔ شیطان اسی واسطے شیطان ہے کہ اس کو نور اتباع حاصل نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تریسٹھ سال دنیا میں رہے۔ متقی کا فرض ہونا چاہیے کہ وہ اس بات کو محبت کی نگاہ سے دیکھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا طریق عمل تھا۔ (ملفوظات پنجم ص244)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کو اللہ تعالیٰ نے بلند کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ کا ترجمہ ہے ”اور ہم نے آپؐ کی خاطر آپؐ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے“۔ (سورۃ الم شرح)

چنانچہ آج دنیا کے ہر گوشے میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ سے موذن کی آواز آ رہی ہے۔ **اشھد ان محمد الرسول اللّٰہ**

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ میں سے یہ بھی ہے کہ آپؐ تمام انبیاء کرام کے کمالات کے جامع تھے چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت حضرت زکریا علیہ السلام کا ابتلاء حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جلال حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جمال آپؐ کے اندر بدرجہ اتم موجود تھے۔ اسی لئے ارشاد خدا تعالیٰ کا ترجمہ ہے ”تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ مکمل ترین نمونہ عمل ہے“۔ (سورۃ الاحزاب)۔

مصطفےٰ پر تیرا بے حد ہو درود سلام
اسی سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

☆☆☆☆

سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از: محترمہ پروین چوہدری صاحبہ

سیرت لفظ کا مطلب ہے کسی انسان کے کردار کے اندر وہ تمام خوبیاں، نیکیاں اور صفات موجود ہوں جن سے اس کی شخصیت پہچانی جاتی ہو۔ عام لوگوں کے لئے یا کسی بدکردار کے لئے سیرت کا لفظ مستعمل نہیں ہوتا۔ پھر سیرت خاص طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کی پاکیزہ ترین زندگی کو دنیا کے سامنے لانے کے لئے ہم جو کچھ بیان کرتے ہیں اس کے لئے سیرت کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔

یوں تو اس کائنات کے وجود اور اس کے حسن و آرائش صرف اسی ایک دم سے ہے جو مقصود کائنات ہے۔ ہر خوبی کا کمال اور ہر حسن کی انتہاء آپ کی ذات ہے۔ خدا نے اگر انہیں رحمتہ العالمین کہا ہے تو اسی سے اندازہ کیجئے کہ پیدا کرنے والے نے کون کونسا کمال اور فخر آپ کی ذات مقدس میں نہیں رکھا ہوگا۔ خدا خود سراپا جمال ہے۔ اسی لئے وہ ہر نیکی کو لپک کے لیتا ہے اور ہر بدی سے کراہت کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۃ کہف کے آخری رکوع میں اپنے متعلق یہ کہا ہے کہ اگر روئے زمین پر رہنے والے ساتوں سمندروں کا پانی سیاہی بن جائے تو ان کی مدد سے خدا کی صفات بیان نہیں کی جاسکتیں یہاں تک کہ یہ سیاہی ختم ہو جائے اور اتنے ہی سمندروں کا پانی اور روشنائی بنا لیا جائے تو جب بھی خدائے قادر کی صفات کا مکمل اظہار ناممکن ہوگا جب خدا تعالیٰ اپنے متعلق یہ ارشاد فرماتا ہے تو اس نے اپنے بندہ خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا بتایا ہوگا۔ یہ غور طلب بات ہے۔ آنحضور صلعم کا خود فرمان ہے کہ میں اس پیدائش میں اول اور نبوت میں آخرت پر ہوں۔ ہاں لوح محفوظ پر سب سے پہلا نام محمد ہی لکھا ہوا ہے۔ پھر وہ انسان کامل کیوں نہ کہلائے جس کو یہ عظمت و رفعت عطا کی گئی ہو کہ ساتوں آسمانوں کی سیر کرائی گئی اور ہر پہلے گذر جانے والی نبی سے ملاقات ہو۔ یہاں تک معراج کی رات ذات باری تعالیٰ اس قدر قریب ہونے کا موقع دے کہ دو کمانوں کے وتر کا فاصلہ باقی رہ جائے۔ سیرت کو صیقل کرنے کے لئے یہی کافی تھا۔

یوں تو سیرت کے ہر پہلو پر سیر حاصل بحث ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تقاریر اور خطبات میں کوئی نہ کوئی پہلو سامنے آتا ہے مگر معجزات تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے وابستہ ہیں۔ ان کی بھی کوئی نہ کوئی توضیح مانگی جاتی ہے۔

معجزہ ہر اس فارق عادت واقعہ کو بولتے ہیں جو انسانی قدرت و طاقت سے بعید تر ہو۔ ہر معجزہ کی عقلی اور سائنسی توجیح ممکن ہے لیکن ہر معجزہ خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید و توصیف میں رونما ہوتا ہے۔ خاص طور پر جب کفار مکہ اسلام کی تبلیغ میں روڑے اٹکانے کے لئے کوئی مافوق الفطرت واقعہ مانگتے تھے۔

اس زمانے کے علاوہ آج کے زمانے کے لوگوں کے لئے یہ معجزہ بہت کافی ہے۔ قرآن کا ظہور اور شروع سے لے کر قیامت تک کے لئے اس کا محفوظ ہو جانا۔ پیغمبر اسلام امی تھے وہ ایک ایسی کتاب اور ایسی تعلیم پیش کرتے تھے جس کو بنی اسرائیل کے علما جانتے اور سمجھتے تھے لیکن قریش کے جاہل اس سے انکاری تھے۔ گذشتہ انبیاء کی کتابوں میں آپ کی صفات اور جو نشانیاں بتائی گئی تھیں۔ آپ بعینہ ان کے مصداق تھے۔ کفار بار بار معجزہ کا مطالبہ کرتے مگر اس بات سے بے خبر ہو کر کہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لانے پر ان کا کیا حشر ہوا تھا۔ پیغمبر کی صداقت کی نشانیاں خود ارشاد ربانی میں ان کا سرتا پا وجود تھا۔ لیکن نبوت کی حقیقت معجزہ نہیں بلکہ انذار یعنی بدی سے ڈرانا اور ہدایت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ انبیاء ظاہری آیات اور مادی نشانات سے خالی ہوتے ہیں۔ تمام انبیاء کرام کی سیرتیں ان کے باطنی آیتوں کے ساتھ ظاہری طور پر ظاہر ہوتی ہیں۔ اسی لئے قرآن مجید میں کفار کی مادی نشانیوں کی طلب میں یہ آیت اتری ''یعنی میں تو صرف

ایک پیغمبر اور انسان ہوں۔ اور یہ بات تو ظاہر ہے کہ صادقین نہیں صرف معاندین ظاہری نشانات طلب کرتے ہیں۔ حالانکہ ایسے معاندین کو معجزوں کو دیکھ کر بھی تسلی نہیں ہوتی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرعون کو متعدد معجزے دکھائے مگر فرعونیت کی تسلی نہیں ہوئی۔ مگر معجزہ عصا کو دیکھ مصر کے جادوگر سجدے میں گر گئے اور ایمان لے آئے تھے۔ یہاں کفار آنحضور صلعم کے معجزات اور خوارق کو دیکھ کر ان کو جادو کا اثر سمجھتے تھے۔

شق القمر سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہوسکتا تھا۔ جب آیت اتری ''نزدیک آ گئی قیامت اور چاند پھٹ گیا''۔

خدا تو نشانیاں لانے پر قادر ہے لیکن کفار کے شک وشبہ کا فتنہ صرف عناد ہے۔ اگر حق کی طلب ہوتی تو پہلی ہی دفعہ دیکھ کر ایمان لے آئے اگر حجت تمام کرنے کے لئے کوئی معجزہ دکھا بھی دیا جاتا تو کوئی حیلہ گھڑ لیتے کہ گذشتہ انبیاء کی طرح ویسے ہی معجزے جب تک نہ دکھائے جائیں ہم ایمان نہ لائیں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تو فرعون سے بار ہا مڈ بھیڑ ہوتی رہی اور معجزوں کا تقاضا ہوتا ہے۔ حضرت صالح کی امت نے بھی تقاضا کیا تھا۔ انہوں نے اونٹنی کو نشان بنایا جو ایک دن میں ان کے چشمہ یا کنوئیں کا تمام پانی پی جاتی تھی۔ لیکن انہوں نے یقین کی بجائے اس اونٹنی کو ہی مار ڈالا۔

کفار کے انکار کی وجہ یہ بھی تھی کیونکہ انکا خیال تھا کہ خدا کی طرف سے جو قاصد بن کر آئے ہیں ان کو انسان یا مرتبہ بشریت سے بالاتر ہونا چاہیے اور ان کو بے انتہاء خدائی قدرتیں حاصل ہونی چاہئیں یہ ان کا ظن فاسد تھا مگر قلب سلیم صرف پیغمبر کی صداقت پر ایمان لے آئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو صرف دعویٰ نبوت نے ہر برہان اور دلیل سے بے نیاز کر دیا اور ایمان لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عثمان اور حضرت عبیدہ بن جراح یہ دیکھ کر اسلام لے آئے کہ ابوبکر جیسا دانش منداس صداقت سے متاثر ہے۔ حضرت خدیجہ ایمان لائیں تو یہ صرف یہ کہا کہ آپ جیسا گراں پایہ اخلاق کا مالک جو غریبوں کا مولیٰ مقروضوں کا ماویٰ اور مسافروں کا ملجا ہے۔ حضرت انیس عفاولی اور حضرت عمرو بن عنبیہ سلمٰی صرف یہ دیکھ کر اسلام لے آئے کہ آپ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت عمر، حضرت طفیل بن عمرو دوستی، حضرت جبیر بن مطعمہ اور نجاشی جیسا عیسائی بادشاہ صرف کلام الٰہی سن کر مسلمان ہوجاتے ہیں۔

عبداللہ بن سلام صرف چہرہ انوار دیکھ بے اختیار پکار اٹھے کہ جھوٹے کا چہرہ نہیں ہوسکتا۔ بنی سعد کے رئیس ضمام بن ثعلبہ نے بے تکلفی سے آنحضور صلعم کو قسم دلائی کہ آپ کو سچ مچ خدا نے بھیجا ہے جب آپؐ نے قسم کھائی تو وہ ایمان لے آیا۔ یہ سب تو سعید فطرت لوگ تھے مگر اوس وخبررج کے یہودی قبائل نے اپنے ہمسائیوں سے نبی آخرالزماں کے ظہور کی باتیں سن کر اور آپ کی تقریر سن کر ایمان قبول کرلیا۔ یہ تمام باتیں بھی دیکھا جائے تو معجزات سے کم نہیں اگر موسیٰ فرعون کے دربار میں اپنا عصا خدا کے حکم سے پھینک دیتے تو وہ اژدھا بن جاتا۔ بحیرہ قلزم کا پانی دو حصوں میں منقسم ہوجاتا ہے اور موسیٰ کو پورے نبی اسرائیل کے ساتھ گذرنے کا راستہ دے دیتا ہے تو کیا ان کو ہم معجزات شمار نہیں کرتے۔ فرعون کی لاش جب ملی تو قرنوں صدیوں کے بعد تجزیہ کرنے پر اس کے پھیپھڑوں سے نمک کے اثرات ملنے کی شہادت پر ظاہر نہیں کرتی کہ وہ سمندر میں واقعی غرق ہوا تھا۔

آنحضور صلعم سے کفار کا یہ مطالبہ کہ اگر اس چاند کو دو ٹکڑے کردیں تو ہم مان لیں گے کہ آپ سچے پیغمبر ہیں۔ کیا آپ نے چاند کو اشارہ نہیں کیا کہ دو ٹکڑے ہوجا اور چاند دو حصوں میں تقسیم ہوکر پہاڑ کے دونوں اطراف چلا گیا تھا۔ قیصر روم جیسا با جبروت بادشاہ بھی محمدؐ جیسے بوریا نشین پیغمبر کے پاؤں دھونے کی آرزو رکھتا تھا۔ عدی بن حاتم قبیلہ طے کے رئیس آپ کو مدینہ کا بادشاہ سمجھ کر آتا ہے مگر دربار نبوی میں ایک لونڈی کی حاجت روائی کرتے دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھتا ہے کہ آپ بادشاہ نہیں پیغمبر ہیں۔

آپؐ کی امت میں ایسے بھی لوگ تھے جو ان روحانی واخلاقی معجزات کے مقابلہ میں مادی معجزات سے متاثر ہونے کی زیادہ قابلیت رکھتے تھے۔ قریش کے بہت سے لوگ فتح روم کی پیش گوئی پوری ہوتے دیکھ کر اسلام لے آئے۔

ایک سفر میں ایک قبیلہ کی عورت آپ کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ بنتے دیکھ کر اپنے قبیلہ میں جا کر کہتی ہے کہ اس نے عرب کے بہت سے بڑے جادوگر دیکھا ہے اور اسی حیرت زدہ معجزہ نے پورے قبیلہ کو مسلمان کردیا۔ جب پورے قافلے

کے لوگوں کی پیاس بجھانے کے لئے صرف ایک پیالہ پانی تھا اور قافلے والے مضطرب تھے تو آپ نے پانی کے پیالے میں اپنی انگلیاں ڈبو دیں۔ اور پانی چشمہ کی طرح بہنے لگا جس سے پورے قافلے کے لوگوں اور جانوروں نے سیر ہو کر پانی پیا۔

جنگ خیبر میں جب آپ نے حضرت علی کو علم دیا تو انہوں نے کہا کہ میری آنکھوں میں تکلیف ہے تو آپ نے اپنا لعاب دہن ان کی آنکھوں پر لگایا تو وہ بھلی چنگی ہو گئیں۔ خندق کھودتے ہوئے جب صحابہ سے ایک سخت پتھر نہ ٹوٹ سکا تو آپ کی ایک ہی ضرب سے وہ پاش پاش ہوا اور اس سے نکلنے والی چنگاریوں میں آپ نے فتح روم کا نظارہ دیکھا۔ غار ثور سے نکل کر جب آپ مدینہ کی طرف عازم سفر تھے تو سراقہ نے اپنے گھوڑے کے قریب پہنچنے سے پہلے قدم زمین میں دھنس جانے کو آپ کی دعا کا نتیجہ دیکھا تو یقین ہو گیا کہ اسلام کے ستارہ عروج تک پہنچ چکا ہے۔

متعدد یہودی علماء نے آپ کا امتحان لیا اور جب آپ نے وحی کے ذریعے ان کے درست جواب دیئے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ ایک شخص نے کہا کہ میں اس وقت آپ کو سچا نبی تسلیم کروں گا جب اس خرمے کا خوشہ آپ کے پاس آ کر آپ کی رسالت کی شہادت دے اور اگر وہ شخص یہ تماشہ کہ خوشہ کی ٹہنی جھک کر آنحضور صلعم کے حضور حاضر ہو گئی ہے دیکھ کر ایمان لے آیا۔ ایک سفر میں ایک اعرابی سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے کہا کہ آپ کی صداقت کی شہادت کون دیتا ہے۔ آپ نے فرمایا سامنے کا درخت۔ یہ کہہ کر آپ نے اس درخت کو بلایا۔ اور وہ درخت اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور تین بار اس کے اندر سے کلمہ توحید کی آواز آئی یہ دیکھ کر وہ مسلمان ہو گیا۔ ایک دفعہ آپ نے صحابہ کرام سے کہا کہ میں اب بھی اس پتھر کو پہچانتا ہوں تو راستے میں مجھے روک کر سلام کرتا تھا۔

ایک سفر میں آنحضور صلعم نے حضرت جابر سے وضو کا پانی طلب کیا۔ انہوں نے قافلہ میں بہت ڈھونڈا مگر پانی نہ ملا۔ انصار میں ایک شخص تھے جو خاص طور پر آپ کے لئے پانی ٹھنڈا کر کے رکھتے تھے۔ حضرت جابر نے آپ کی خدمت میں پانی نہ ملنے کی اطلاع کی تو آپ نے ان کو اس انصاری کے پاس بھیجا لیکن اس کے پاس بھی صرف اس قدر پانی نکلا کہ انڈیلنے پر صرف برتن کا خشک حصہ ہی میں جذب ہو کر رہ جاتا۔ حضرت جابر نے آنحضرت صلعم کو اس کی خبر دی تو آپ نے اس برتن کو منگا بھیجا اور ہاتھ میں لے کر کچھ پڑھا اور اس کو ہاتھ سے دبا دیا پھر حضرت جابر کو برتن دیا اور طشت طلب فرمایا۔ آپؐ نے ہاتھ کی انگلیاں پھیلائیں اور اس طشت کے اندر رکھ کر حضرت جابر کو حکم دیا کہ بسم اللہ کہہ کر آپ کے ہاتھ پر پانی گرائیں۔ حضرت جابر کا بیان ہے کہ میں نے پانی ڈالنا شروع کیا۔ پہلے اپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی اُبلا۔ پھر تمام طشت بھر گیا۔ یہاں تک کہ لوگ پانی پی کر سیراب ہوئے۔ اس کے بعد آپ نے اس کے اندر سے ہاتھ نکال لیا تو طشت بھرے کا بھرا رہ گیا۔ کیا اس سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہو سکتا ہے کہ جب آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ شروع کیا تو جس لکڑی کے دو شاخے کے ساتھ ٹیک لگا کر آپ پہلے خطبہ دیا کرتے تھے وہ آپ کو اپنے سے جدا ہوتے دیکھ کر آنسو بہانے لگا۔

یہ تو نبی صلعم کے معجزے تھے۔ عمر بن خطاب خلیفہ دوم کے اس معجزے کو کیا نام دیں گے۔ جب آپ کو علم ہوا کہ نیل کی خشکی کو ختم کرنے کے لئے اہل مصر ہر سال ایک بچی کی قربانی کرتے ہیں۔ اور اس کے خون کی تاثیر سے نیل دوبارہ روانی پر آ جاتا ہے تو آپ نے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر یہ عبارت لکھی کہ اے نیل اگر تو خدا کے حکم سے رواں ہوتا ہے تو رواں ہو جا اور اطلاع دینے والے کو کہا کہ یہ کاغذ کا ٹکڑا دریائے نیل میں پھینک دو۔ کاغذ کا ٹکڑا پھینکنے کی دیر تھی کہ چند گھڑیوں میں نیل لاچھیں مارنے لگا۔

معجزات سے انکار ممکن نہیں کیونکہ یہ خوارق عادت چیزیں ہیں ان کے پیچھے تائید ایزدی ہوتی ہے اور نبی کی صداقت پر گواہی خدا دیتا ہے۔ آنحضور صلعم کے بے انداز معجزے ہیں۔ سب کا ذکر ممکن نہیں۔ یہ تو سب جانتے کہ مدینہ ہجرت کے دوران جب بھوک زیادہ بڑھ گئی۔ راستے میں ایک بوڑھی عورت بکریاں لئے بیٹھی تھی۔ حضرت ابو بکر نے اس سے کچھ دودھ کی فرمائش کی اس نے کہا کہ ان کا دودھ سوکھ چکا ہے۔ انہوں نے کہا کہ تم صرف دودھ دوہنے کی اجازت دے دو۔ اس نے لاپرواہی سے کہہ دیا کہ جاؤ دوہ کر دیکھ لو۔ آنحضور صلعم نے اپنے مبارک ہاتھ تھنوں کو لگائے تو دودھ کی دھاریں بہہ نکلیں جس سے آنحضور صلعم اور ابو بکر دونوں نے سیر ہو کر دودھ پیا اور بڑھیا کو بھی دے دیا۔ رسول پاک صلعم کی ذات مبارک اور معجزات سے انکار آپ لوگ ہی بتائیے ایمان کی یہ کونسی منزل ہوگی۔

”اللہ بے انتہا رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے۔

کامل ایمان نیکی کی ترغیب وتحریک کرتا ہے

تقریر احمد سعادت صاحب برموقع سالانہ دعائیہ مؤرخہ 25دسمبر 2011 بمقام جامع دارالسلام، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

آج کی تقریر کا عنوان ایمان ہے۔اس بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کرنے سے پہلے میں یہ بتانا چاہوں گا کہ دارالسلام کے کسی اجلاس میں آج پہلی بار میں آپ سب کے سامنے کچھ کہنے جا رہا ہوں اس لئے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو معافی چاہوں گا۔

اب میں اپنی تقریر کے عنوان کی طرف آتا ہوں۔

ایمان کیا ہوتا ہے؟اور کس طرح مضبوط یا کمزور ہو سکتا ہے؟

ایمان اُس یقین کو کہتے ہیں جس کے ہونے میں ہمیں کوئی شک نہیں۔جس کے یقین کی اللہ نے خود قرآن مجید میں تفصیل دی ہے۔ایمان سے ہمارے اعمال پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔جس کے ذریعہ ہماری زندگی میں بہتری آتی ہے اور نیک کام کرنے کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ایمان کی پانچ شاخیں ہوتی ہیں

(1) اللہ پر ایمان:

اس سے انسان کے اندر نیکیوں کی طاقت پیدا ہوتی ہے اور وہ جان لیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے اور اس ہی کے علم میں سب کچھ ہے اور تمام ضروریاتِ زندگی وہ فراہم کرتا ہے۔ہزاروں لوگوں کی محفل میں وہ ہمارے ساتھ ہے اور جب ہم اکیلے اور تنہا ہوتے ہیں تو اُس وقت بھی وہ ہمارے ساتھ ہی ہوتا ہے۔اور ہمارے اعمال کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔اور یہ احساس ہمیں گناہ اور برائی سے بچاتا ہے۔

(2) فرشتوں پر ایمان:

نیکی کی تحریک کرنے کا ذریعہ ہوتے ہیں اس لئے جب ایسی کوئی تحریک دل میں پیدا ہو تو فوراً قبول کر کے اس کے مطابق عمل کرنا چاہیے۔

(3) تمام نبیوں پر ایمان:

جس میں ہمارے پیارے اور آخری نبی ﷺ بھی شامل ہیں۔ان نبیوں نے اللہ کی تعلیمات پر خود عمل کر کے دکھایا تا کہ ہم بھی ان کے نقش قدم پر چل کر اپنی زندگی سنوار سکیں۔

(4) تمام کتابوں پر ایمان:

قرآن پاک اللہ کی نازل کردہ آخری اور مکمل کتاب ہے اس پر ایمان لانے سے اللہ کی صفات اور اس کی قدرتوں کا علم حاصل کر کے آپ اندھیروں سے نکل کر روشنی کی طرف رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

(5) آخرت پر ایمان:

آخرت پر ایمان پر میں خاص زور دینا چاہوں گا۔کیونکہ صرف اسی پر ایمان لانے سے ہم موت کے بعد آنے والی دوسری زندگی پر ایمان لا سکتے ہیں۔جس میں ہمیں اپنے کئے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ جزا یا سزا کی شکل میں ہوگا۔اور صرف اسی سے ایک مسلمان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتی ہے۔اور اس کے ذریعہ ہماری زندگی جس میں ہم جی رہے ہیں اس کا مقصد اور اس مقصد میں کامیابی حاصل ہوتی ہے۔اور ہمارا یہ عمل آخر میں جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا ہے جزا یا سزا کی شکل میں نمودار ہوگا۔اس ایمان کے کچھ اثرات تو اس زندگی میں بھی ظاہر ہو جاتے ہیں غم یا خوشی اور کامیابی و ناکامی کی شکل میں۔اس لئے دین اسلام بار بار یہ تلقین کرتا ہے کہ ایمان کے ساتھ جتنے نیک کام ہو سکیں کرو۔بعد میں پچھتانا پڑے گا۔اور سزا کے علاوہ اور کچھ نہ حاصل ہوگا۔

ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ ایمان کی لذّت انسان کو کب حاصل ہوتی

ہے کے متعلق فرماتے ہیں کہ اگر تین چیزیں انسان کے اندر ہوں تو وہ ایمان کی لذّت کو پالیتا ہے۔ پہلی چیز یہ کہ اللہ اور رسولؐ سے باقی تمام چیزوں سے زیادہ محبت ہو۔ دوسری چیز یہ کہ انسان ایک دوسرے سے محبت کریں اور اللہ کی خوشنودی کے علاوہ کوئی غرض نہ ہو۔ تیسری چیز یہ کہ انسان کے دل میں روحانی طور پر اس قدر نُور اور روشنی پیدا ہو جائے کہ کُفر کی طرف واپس لوٹ کر جانا اس قدر مشکل لگے جیسے آگ کے اندر جانا۔ یقیناً آگ کے اندر کون جائے گا۔ دل میں یہ یقین محکم ہو کہ کفر اور گناہ آگ ہیں۔ اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اور فرمانبرداری جنّت ہے۔ ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کوئی ایماندار نہیں جب تک کہ میں یعنی آپؐ اس کے والدین، اولاد اور تمام دوسرے لوگوں سے زیادہ پیارے اور محبوب نہ ہوں''۔

اصل میں جو کچھ حدیثوں میں بیان کیا گیا ہے اُس بارے میں سارے اصول تو قرآن میں موجود ہیں۔ قرآن مجید میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا کامل فرمانبردار بنا لیتا ہے اور اُس کی مخلوق کے ساتھ احسان کرتا ہے، اُس کا اجر اللہ کے پاس ہے اور کوئی غم وخوف ان پر نہیں''۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا کسی دوسرے کی محبت انسان کو کامل نہیں بنا سکتی۔ چنانچہ اللہ پر کامل ایمان اور رسول اکرم ﷺ کی محبت اور کامل فرمانبرداری سے ہی اعمال صالحہ پیدا ہوتے ہیں اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر اس کی وجہ صرف ایمان کی کمی ہے۔ کیونکہ جتنا ہم کسی سے پیار کرتے ہیں اتنا ہی اس کے لئے دُکھ اور تکلیف بھی برداشت کرتے ہیں۔

اب ہم کیسے پہچانیں کہ ہم میں کتنی کمزوریاں ہیں اور کس طرح ان سے نجات حاصل کی جائے۔ کیونکہ ایمان کی کوئی شکل وصورت تو ہوتی نہیں یہ تو انسانی دل کی کیفیت کا نام ہے۔ ایک یقین کا نام ہے۔ جیسا ایمان ویسے عمل۔ اور کون جانے کہ ہمارے دل میں کیا ہے۔ دماغ میں کیسی سوچیں ہیں۔ اور ہم کیسے خیالات اور جذبات دوسرے لوگوں کے لئے رکھتے ہیں۔ نیک نیت ہیں یا بدنیت۔ انسان کو تو دھوکا دے سکتے ہیں مگر دل کے اندر کی باتوں کو اللہ سے کون چھپا سکتا ہے، یاد رکھیں اور خوب یاد رکھیں کہ اللہ ہر چیز سے واقف ہے اور ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ پھر اس اہم اصول کو بھی سمجھ لیں کہ ایمان بڑھتا بھی ہے اور گھٹتا بھی ہے۔

سیدھی سی بات ہے جب ہم اچھے کام کرتے ہیں اور اپنی عملی حالت کی ترقی کے لئے اللہ کی فرمانبرداری کی طرف قدم اُٹھاتے ہیں تو ہمارا ایمان بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور جب ہم گناہ کرتے ہیں اور شیطانی راہوں پر چل کر دُکھ اُٹھاتے ہیں تو ہمارا ایمان بھی کمزور ہو جاتا ہے۔

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو بھلائی ہمیں ملتی ہے صرف اللہ کی مہربانی کی وجہ سے ملتی ہے اور جو تکلیف ہمیں پہنچتی ہے وہ ہماری ہی برائیوں اور کمزوریوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا''۔ اس موقع پر ایک خوبصورت دعا یاد آ رہی ہے جس کو ہم روزانہ کم از کم 7 مرتبہ ضرور نماز میں پڑھتے ہیں ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔ یعنی دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا۔

آج کے اس پرفتن دور میں دنیا کے ساتھ ساتھ ہمیں ایمان کی زندگی جسے ہم روحانی زندگی بھی کہتے ہیں کی طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مگر افسوس انسان صرف دنیا میں ہی گُم ہو کر رہ گیا ہے۔ آج کا انسان دنیا سے بہت پیار کرتا ہے۔ مال و دولت سے، عورتوں اور بچوں سے، عزت وشہرت سے۔ میں بھی دنیا دار انسان ہوں اور اِس دنیا کے خلاف نہیں لیکن آخرت جو کہ ہمیشہ زندہ رہنے والی چیز ہے اس کو نہ بھولیں۔ جس طرح جسمانی زندگی کی نشوونما کے لئے انسان کھانا کھاتا ہے، پانی پیتا ہے نیند پوری کرتا ہے اور ورزش کرتا ہے تاکہ وہ مضبوط اور صحت مند رہے۔ اُسی طرح روحانی زندگی کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے روحانی قویٰ کو مضبوط کیا جائے۔ قرآن پاک ترجمہ اور سمجھ کے ساتھ پڑھا جائے۔ اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق پیدا کیا جائے، دُعائیں مانگی جائیں اور انسانوں سے بھی پیار اور بھلائی کریں تاکہ اُن کی زندگیوں میں خوشیاں اور آسانیاں پیدا ہوں۔ اسی طرز عمل سے ہماری روح اور عقل میں روحانی تبدیلیاں پیدا ہونگی۔ اور انشاء اللہ ضرور ہوں گی۔ لیکن اگر ہماری سوچ اور عمل نے الٹا رخ اختیار کر لیا اور مسلمان کہلا کر اور قرآن پاک پر ایمان لا کر اور کلمہ گو بن کر بھی بے ایمانوں کی سی زندگی گزاری، حق اور جھوٹ کی تمیز نہ کی، جھوٹ بولتے رہے، لالچ کیا، غیبت کی اور لوگوں کے درمیان لڑائی کروائی، اور اللہ کی نافرمانی کرتے رہے تو یاد رکھیں اللہ بھی ہم سے کبھی خوش نہیں ہوگا۔ بلکہ ایسے منافق لوگ اللہ کی نظر میں زیادہ گناہگار ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم

صرف ان باتوں کا منہ سے تو اقرار کرتے رہیں لیکن عمل سے بالکل خالی ہوں۔تو پھر نتیجہ تو ناکامی اور بربادی ہی ہوگا۔

اس بات کو خوب سمجھ لیں کہ یہ نیکیاں اور تمام کام ہمارے اپنے ہی فائدے کے لئے ہیں ان سے اللہ کو کچھ فائدہ حاصل نہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو اس کا اجر ملے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اور تمہارے رب کا فرمان نازل ہو چکا ہے۔تم مجھ سے دعا کرو میں تمھاری دعاؤں کو قبول کروں گا"۔

ایک اور جگہ قرآن مجید فرماتا ہے "دیکھو اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ بے شک میرا رب رحیم اور اپنی مخلوق سے محبت رکھتا ہے"۔

اس سے یہ بات تو واضح ہوگئی کہ یہ محبت یک طرفہ نہیں۔اگر ہم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو وہ ہم سے اس سے کہیں زیادہ محبت کرتا ہے۔بلکہ ہمارے پیدا ہونے سے بھی پہلے اس نے ہمارے لئے سارے سامان مہیا کر دیئے تھے۔ بن مانگے بھی وہ ہمارا خیال رکھتا ہے۔مثلاً یہ زمین، آسمان، چرند پرند، کھانے پینے کی اشیاء بلکہ اس سے بھی بڑھ کر روح کی غذا کا بندوبست بھی نبی اور پیغمبروں کے ذریعے کیا تاکہ ہماری دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ہو۔اور یہ سب اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اور میرے لئے ہی کیا ہے۔تو کیوں نہ ہم اُس کے شکر گزار اور فرمانبردار بن جائیں۔

میں دیکھتا ہوں کہ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں دوائی کھاتے ہیں آرام کرتے ہیں اور صحتیاب ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ کپڑے خریدنے ہوں تو بازار جاتے ہیں اور کسی اچھی دکان سے مال خریدتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ دنیا کے کام خوبی سے سرانجام دیں۔لیکن جب بات ایمان کی ہو یا ایمان کمزور ہو جائے تو قرآن کی طرف نہ صرف توجہ ہی نہیں دیتے اور نہ ہی کوئی کوشش کرتے ہیں نہ قرآن پاک سے سبق سیکھتے ہیں۔اور نہ کسی پڑھے لکھے عالم سے رجوع کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے سوال و جواب کرتے ہیں بلکہ ایسا کرنے سے شرماتے ہیں کہ شاید عزت میں کمی نہ آ جائے یعنی اس بارے میں کوئی فکر ہی نہیں، نہ سنجیدہ ہی ہیں۔یا شاید ٹھیک ہونا ہی نہیں چاہتے۔میں یہاں اپنی جماعت کو توجہ دلانا چاہونگا کہ ہماری جماعت کا نام "احمدیہ انجمن لاہور" ہے اور ہمیں اشاعتِ اسلام کے لئے خاص محنت کرنی چاہیئے ۔سالانہ دعائیہ اس کا بہترین نمونہ بن سکتا ہے آئیں کوشش کریں کہ جب ہم اگلے سال 2012ء کے جلسے میں تشریف لائیں تو اپنے ساتھ اور لوگوں کو لانے کی کوشش کریں اور وہ لوگ ہمارے دوست ہمسایہ اور وہ عزیز ہو سکتے ہیں جو ہماری بات سنتے ہوں۔اور حق سننے اور اپنے خیالات اور زندگی کی روش کو بدلنے کے لئے تیار ہوں۔

ہمیں خاص توجہ چھوٹے بچوں پر ابھی سے کرنی ہے تاکہ جب ہم نہ ہوں تو وہ اس نیک کام کو اچھی طرح جاری رکھیں۔اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اشاعت اسلام کے کام کو خود ہی جاری رکھے گا۔لیکن اس نیک کام کو لوگ ہی ادا کریں گے اس لئے ہمیں کوشش کرنی ہے خواہش و تڑپ رکھنی ہے کہ وہ خوش قسمت لوگ ہم ہی ہوں۔ اور اللہ کے پیغام کو ہر طرف پھیلائیں۔(آمین)

میں آپ سب سے اپیل کروں گا اگر ہم میں کسی قسم کے اختلافات ہیں تو اُن کو پیار و محبت سے بات چیت کے ذریعے دور کریں اور اگر اس راستہ میں رکاوٹیں ہیں تو مل بیٹھ کر ان کو دور کرنے کے لئے حل تلاش کریں۔یاد رکھیں مایوسی گناہ ہے۔اس لئے ہمت نہ ہاریں اپنے آپ پر مکمل اعتماد کریں اور اللہ کے سپرد کر دیں۔اُس کے کامل فرمانبردار بندے بن جائیں۔صرف اُس کے بتائے ہوئے قانون اور طریقوں ہی سے نجات اور سکون حاصل ہو سکتا ہے۔نہ میرا طریقہ اور نہ ہی آپ کا کوئی طریقہ کام آئے گا۔ بلکہ صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا طریقہ۔

آپ سے پہلے میں خود اپنے آپ کو یہ یاد دلاتا چلوں کہ آج ہی کا دن ہے اپنے آپ کو تبدیل کرنے کا، اچھا انسان بننے کا۔کیونکہ اگر آج اپنے اندر اچھی تبدیلی لا سکیں گے تو کل کا دن بھی اچھا ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے "بے شک میں ان کو بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں، ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہ راست پہ ہی رہیں"۔یہ میری دلی دُعا ہے کہ اللہ آپ کو، مجھے اور ہم سب کو کامل ایمان عطا فرمائے اور نیک عمل کرنے کی قوّت اور توفیق عطا فرمائے (آمین ثم آمین) شکریہ!

درس قرآن۔۱۰

نصیر احمد فاروقی مرحوم ومغفور

(از: معارف القرآن)

ترجمہ: ''جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں''۔(البقرہ ۲: آیت ۳)

پچھلی آیت میں فرمایا تھا کہ یہ کتاب (یعنی قرآن پاک) متقیوں کے لئے ہدایت ہے۔ اب ان کی تعریف فرمائی کہ وہ لوگ کون ہیں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں۔ غیب وہ ہے جو انسان کی آنکھ سے چھپا ہوا ہو۔ بلکہ انسان کے حواس ظاہری سے مخفی ہو۔ یہاں الغیب سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس سے پہلے بسم اللہ اور الحمد اللہ میں اللہ تعالیٰ کا نام آچکا ہے۔ یہاں اس کے لئے الغیب کا لفظ استعمال کر کے اللہ تعالیٰ کے اپنے آپ کو پردہ غیب میں رکھنے کا ذکر ہے۔ چونکہ تقویٰ جس کا ذکر پہلے تھا کے معنی ہیں گناہ سے یا بری چیزوں سے یا نقصان دہ چیزوں سے بچنے کے تو فوری مطلب تو یہ ہوا کہ انسان کے اندر تقویٰ جیسی اہم اور ضروری صفت صحیح معنوں میں پیدا نہیں ہوسکتی تھی اگر اللہ تعالیٰ جو ہر جگہ موجود ہے۔ انسان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا۔ مثلاً اگر ملک کا چیف جسٹس سامنے ہوتو ہر شخص قانون کا پابند نظر آتا ہے اور کسی قسم کا جرم نہیں کرتا۔ مگر اس کے معنی یہ نہیں کہ ہر شخص سچ مچ قانون کا فرمانبردار یا نیک انسان بن گیا ہے۔ انسان کی اصلیت تو تبھی کھلتی ہے جب اس کو کوئی پکڑنے والا وہاں موجود نہ ہو۔ خدا نظر نہ آئے اور انسان گناہ سے یا بدی سے بچنا سیکھے تبھی کہا جاسکتا ہے کہ تقویٰ کی صفت اس میں پیدا ہوگئی۔ اس نے بدی کی برائی کو پہچان کر اسے رد کیا اور نیکی کی خوبی کو جان کر اسے اختیار کیا۔ یہی انسان متقی کہلا سکتا ہے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پردہ غیب میں رکھا ہے مگر یہ صرف انسان کی ظاہری آنکھ سے غیب میں ہونا ہے ورنہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعلق ہے وہ انسان کے ساتھ ہر جگہ ہر آن ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔ وہ انسان کی بات کو سنتا اور اس کو دیکھتا ہے۔ ورنہ اگر اللہ تعالیٰ صرف مسجد میں یا آسمان پر ہوتا اور انسان کو خدا کی مدد کی ضرورت پڑتی (اور ظاہر ہے کہ یہ ضرورت کبھی بھی اور کہیں بھی پڑ سکتی ہے) اور خدا وہاں موجود نہ ہوتا تو وہ انسان کے کس کام آتا؟ قرآن حکیم سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا ہر آن مددگار ہے جیسا کہ فرمایا: میرا رب ہر شے کی حفاظت کرتا ہے۔ جس میں انسان بھی شامل ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا قائم نہ رہ سکتی تھی۔ پھر وہ رب العالمین ہے یعنی وہ تمام کائنات کی ہر آن ربوبیت کرتا ہے۔ جیسا کہ میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں بتا آیا ہوں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف تمام جہانوں کی ہر مخلوق کو پیدا کرنے والا ہے بلکہ ہر آن اسے بتدریج ادنیٰ حالت سے اعلیٰ حالت کی طرف ترقی دیتا ہے تاکہ وہ اپنی پیدائش کے مقصد کو پا سکے۔ تو خالق اور مخلوق کا ہر آن کا ساتھ اور تعلق ہے۔

قرآن حکیم میں بے شمار جگہ یہ آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف انسان کی بات کو سنتا بلکہ اس کے ہر فعل کو دیکھتا ہے اور انسان کوئی عمل کیوں کرتا ہے یعنی اس کی وجہ کو بھی جانتا ہے جیسا کہ بارہا فرمایا: پھر وہ انسان کے سینہ کے مخفی رازوں یا انسان کے باطن کی اچھی یا بری حالت کو بھی جانتا ہے جیسے کہ متعدد بار فرمایا: یعنی انسان کے سینہ کے اندر جو کچھ ہے اللہ اس کا پورا علم رکھتا ہے۔ اور یہ سمجھنا مشکل نہیں کیونکہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ جس خدا نے انسان کو نیست سے ہست کیا اور انسان کے ظاہر اور باطن کو بنایا وہ اپنی مخلوق سے نعوذ باللہ اندھا اور بہرہ ہوجائے تاکہ وہ مخلوق جو چاہے گل کھلائے۔ یا وہ خالق جس نے انسان کے باطن کو بنایا ہے وہ اس کی حالت یا رازوں سے واقف نہ ہوتا۔ اگر آپ نبیوں یا ماموروں کے حالات کو پڑھیں تو صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کی دعاؤں کو سنتا یا ان کے اور ان کے دشمنوں کے اعمال پر اسی دنیا میں نتیجہ مترتب کرتا ہے اور بدنیتوں کی بدنیتی کو ظاہر کردیتا ہے اور جو کچھ ظاہر اور باطن میں ہوتا ہے اس کا وہ علم اپنے نبی یا مامور کو پہلے سے دے دیتا ہے جس سے ثابت ہوجاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واقعی سمیع بصیر اور علیم بذات الصدور

ہے۔اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ ہر آن ہے۔اور مصیبت اور اضطرار کی حالت میں جب کوئی بندہ خدا کو مدد کے لئے پکارتا ہے تو اس کے دعا کو سننے اور انسان کی حالت کو بدل دینے کے ان گنت واقعات بھی ان باتوں پہ گواہ ہیں۔

بدقسمتی سے اللہ تعالیٰ کا ظاہری آنکھ سے نظر نہ آنا بہت ظاہر پرستوں کی گمراہی کا باعث ہوا خصوصاً پچھلے قریباً سو سال میں جب سائنس کی مادہ پرستی نے مغرب زدہ لوگوں سے یہ کہلوایا کہ جب تک ہم خدا کو دیکھیں نہ ہم اس پر کیسے ایمان لا سکتے ہیں؟ سو خدا کی شان ہے کہ جس سائنس نے ان سے یہ کہلوایا تھا آج اسی نے اپنے سائنس دانوں سے یہ کہلوایا کہ ہم اگرچہ مادہ کو دیکھتے ہیں اور چھو سکتے ہیں مگر اس کی اصل حقیقت سے کبھی بھی آگاہ نہیں سکتے کیونکہ مادہ کی اصل حقیقت ایٹم یا اس کے اندر بجلی کے ذرات سے بہت آگے ہے جہاں تک ہماری پہنچ نہیں۔ اس لئے ہم مادہ کی اصل حقیقت کو اس کی Properties یعنی خاصیتوں اور صفات سے ہی پہچان سکتے ہیں (اس سلسلہ میں دیکھئے سر جیمز جینز کی کتاب ''دی مسٹریس یونیورس'' یعنی پراسرار کائنات (تو جب مادہ جیسی حقیر چیز کا یہ حال ہے تو اگر قرآن نے خدا کی کی پہچان (کم سے کم اس مادی عالم میں) اس کی صفات بتا کر سکھلائی ہے تو اس پر کیوں اعتراض ہے؟ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور الحمد اللہ رب العالمین سے لے کر والناس تک قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی صفات سے بھرا پڑا ہے اور اللہ تعالیٰ کے تقریباً ہر قول اور فعل پر اس کی ایک یا دو صفات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ

کس قدر ظاہر ہے نور اس مبدا الانور کا — بن رہا ہے سارا عالم آئینہ ابصار کا

ان مغرب زدہ جنٹلمینوں کو یہ معلوم نہیں کہ انسان کی آنکھ تو محض انسان کی جسمانی ضروریات کو پورا کرتی ہے ورنہ خدا تو کیا، خدا کی کائنات کا بھی یا تو علم دیتی ہی نہیں یا غلط یا ناقص علم دیتی۔ مثلاً آنکھ جو روشنی کے بغیر بے کار ہے وہ روشنی ملنے پر بھی اس کے صرف ایک محدود حصہ کو دیکھ سکتی ہے۔ اس محدود حصہ سے جو روشنی کی لمبی شعاعیں ہیں مثلاً ''انفرا ریڈ ریز'' یا جو چھوٹی شعاعیں ہیں مثلاً الٹرا وائیلٹ ریز'' یا ایکس رے یا بے شمار اور شعاعوں کو آنکھ دیکھ سکتی ہی نہیں۔ پھر انسان کی آنکھ جو چیزوں کے اختلاف کو دیکھتی ہے وہ محض ان کا ظاہر ہے ورنہ دراصل ہر شے اندر سے ایک ہی قسم کے اجزا یا مادہ سے بنی ہوئی ہے۔ پھر مختلف رنگ جو انسانی آنکھ مختلف چیزوں میں دیکھتی ہے وہ اصل میں ان کے رنگ نہیں ہوتے۔ مثلاً ایک چیز جو سرخ رنگ کی نظر آتی ہے وہ دراصل سرخ نہیں ہوتی بلکہ اس کی سطح میں یہ خصوصیات ہوتی ہیں کہ وہ روشنی کی اور تمام شعاعوں کو تو جذب کر لیتی ہے مگر سرخ رنگ کی شعاعوں کو لوٹا دیتی ہے جو ہماری آنکھ کی پتلی پر پڑ کر ہم کو یہ دھوکا دیتی ہیں کہ وہ چیز دراصل سرخ ہے۔ اور یہ آنکھ تو روشنی کی معمولی چمکار تک کو نہیں دیکھ سکتی۔ اس لئے سائنس دان کہتے ہیں کہ اگرچہ سورج نو کروڑ تیس لاکھ میل زمین سے دور ہے مگر پھر بھی اس کی طرف خالی آنکھ سے نہ دیکھو ورنہ تمہاری آنکھ کو مستقل نقصان پہنچ جائے گا۔ ہمارا سورج تو ایک معمولی ستارہ ہے۔ اس سے ہزار ہا لکھو کھا گنا بڑے ستارے جو روشنی میں اتنے ہی گنا بڑھ کر ہیں اور تعداد میں ارب ہا ارب بلکہ کھرب ہا کھرب ہیں جس پیدا کرنے والے کے نور کا مظہر ہیں۔ (جیسا کہ قرآن فرماتا ہے کہ ''اس کو یہ آنکھ کہاں دیکھ سکتی ہے؟''

اس بات کو قرآن حکیم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں واضح فرمایا ہے۔ بنی اسرائیل نے بھی آج کل کے مادہ پرستوں کی طرح سوال کیا تھا کہ ''اے موسیٰ ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہم اللہ کو کھلم کھلا نہ دیکھ لیں گے'' (البقرہ ۲:۵۵)۔ تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کی ترجمانی اللہ تعالیٰ کے آگے کی تو اس نے فرمایا یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا لیکن پہاڑ کی طرف دیکھ اگر یہ اپنی جگہ کھڑا رہ گیا تو تو بھی مجھے دیکھ لے گا۔ پس جب اس کے رب نے پہاڑ پر تجلی فرمائی تو اس کو ریزہ ریزہ کر دیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ الغرض پہاڑ جیسی مضبوط اور سخت چیز اللہ تعالیٰ کی تجلی کی تاب نہ لا سکی اور ریزہ ریزہ ہو گئی تو انسانی آنکھ جو انسان کے جسم کی نازک ترین چیز ہے کب اس کی تجلی کی تاب لا سکتی ہے۔ مشکل یہ ہے کہ شرک جو عالمگیر گمراہی ہے اس نے خدا کا تصور ایک بت یا گائے یا زیادہ سے زیادہ اپنے جیسے انسان کا بنا دیا ہے۔ میں اپنے جنٹلمین نوجوانوں سے اپیل کروں گا کہ وہ اس تصور کو دل سے نکال دیں۔ جو ذات اس عظیم الشان اور طاقت ور اور لامحدود کائنات کا خالق اور رب اور حاکم ہے وہ کس طاقت اور جلال اور رعب کا مالک ہے۔ اور وہ کوئی محدود ہستی نہیں کہ انسانی آنکھ اپنی نہایت محدود و نازک بصارت سے اسے دیکھ سکے۔

قرآن کریم نے ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ ''نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ ہاں وہ نگاہوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے''۔ (انعام ۶:۱۰۴)۔ گویا اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کو انسان کی یا کسی مخلوق کی آنکھیں احاطہ نہیں کر سکتیں مگر اللہ تعالیٰ انسان کیا تمام مخلوق جہاں تک اور جیسا دیکھتی ہے اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ یعنی ہر مخلوق کے دیکھنے کو وہ دیکھ رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق یعنی اس کائنات کی حدود کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔ جوں

جوں دوربینیں ترقی کرتی اور طاقتور سے طاقتور ہوتی چلی جاتی ہیں نئی سے نئی کائناتوں کا پتہ لگتا چلا جاتا ہے۔تو یہ کائنات اس قدر وسیع ہے کہ اس کا ناپنے کا کوئی طریق نہ تھا۔سوائے اس کے کہ روشنی کی رفتار سے ناپا جائے کیونکہ اس لامحدود کائنات کا علم بھی روشنی کے رنگوں کے بڑھنے گھٹنے سے لگتا ہے۔روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے۔اس کو ساٹھ سے ضرب دیں تو وہ فاصلہ بنا جو روشنی ایک دن میں طے کرتی ہے۔بالآخر اس کو تین سو پینسٹھ سے ضرب دی جائے تو وہ فاصلہ بنا جو کہ روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے۔یعنی روشنی کا سال کہا جاتا ہے اور اس سے کائنات کے فاصلے ناپے جاتے ہیں۔ ہماری کائنات کتنی بڑی ہے وہ انسانی دماغ میں آسکتا ہی نہیں۔آج سے سات سال قبل ۲ جولائی ۱۹۷۵ء کے اخبار پاکستان ٹائمز لاہور میں خبر نکلی تھی کہ امریکن سائنسدان نے ایک نئی (کہکشاں) کا پتہ لگایا ہے جو اسی ارب روشنی کے سال کے فاصلہ پر ہے اور وہ ہماری کہلشاں جس کا نام Milky way ہے اس سے پانچ دس گنا بڑی ہے۔ ہمیں جو تاروں بھرا آسمان نظر آتا ہے وہ صرف ہماری کہکشاں کا محدود حصہ ہے۔ ایسی بلکہ اس سے بڑی اور ہزاروں لاکھوں کہکشائیں ہیں اور یہ دماغ چکرا دینے والے فاصلے اور کائناتیں چاروں طرف ہیں۔اور یہ تمام کائناتیں ایک ہی قسم کے اجزا سے بنی ہوئی ہیں اور ایک ہی قسم کے قوانین کے ماتحت چل رہی ہیں۔جس سے نہ صرف اللہ تعالیٰ کی توحید بلکہ اس کی عظمت اور جبروت کا تھوڑا سا اندازہ ہوتا ہے۔ جب اس لامحدود کائنات کا جس کی وسعت کا انکشاف دن بدن بڑھتا چلا جاتا ہے انسانی دماغ احاطہ کرنے سے قاصر ہے تو اس کے خالق اور شہنشاہ کا انسان کی ننھی سی آنکھ کہاں احاطہ کرسکتی ہے۔قرآن کریم نے جہاں فرمایا: ”یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں“ اس کے معاً آگے فرمایا:

”یعنی تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیلیں آچکی ہیں سو جو کوئی دیکھتا ہے تو وہ اس کے نفس کی بھلائی کا باعث ہے اور جو اندھا ہوا تو اس کا وبال بھی اسی کے نفس پر ہے“ (الانعام ۶:۱۰۵)

یہاں جو لفظ بصائر استعمال ہوا ہے وہ بصیر کی جمع ہے اور وہ قلب کی قوت مدرکہ یعنی پہنچاننے کی قوت کا نام ہے۔تو ان آیات کا جو میں نے ابھی پڑھی ہیں یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا انسان کی ظاہری آنکھ احاطہ نہیں کرسکتی لیکن انسان کے قلب کی قوت ادراک یعنی پہنچاننے کی قوت خدا کو پاسکتی ہے ان روشن دلائل سے جو قرآن حکیم نے دیئے ہیں۔

مرکزی تنظیم خواتین کی سرگرمیاں

مرکزی تنظیم خواتین ایک فعال تنظیم ہے۔جو اپنی ماہانہ میٹنگ میں مختلف امور طے کرتی ہے۔سب ممبر خواتین سالانہ چندہ کے علاوہ مختلف مدّوں میں بڑھ چڑھ کر وظائف دیتی ہیں۔فروری 2012ء کی میٹنگ میں تعلیمی وظائف کی منظوری کے علاوہ احمدی کارکنوں کی شادی کے مواقع پر کل پانچ لوگوں کی مالی امداد کی گئی جو ہر لڑکی اور لڑکے کی شادی پر پانچ سے دس ہزار کی رقم کے علاوہ لڑکی کے جہیز کے لئے کپڑے، زیور کا سیٹ اور سلائی مشین وغیرہ دی جاتی ہے۔اس کے علاوہ بیمار خواتین کی دوا وغیرہ کے لئے ماہانہ رقم بھی دی گئی۔ خدا اس کام میں برکت ڈالے۔آمین۔

اوکاڑہ جماعت کی سرگرمیاں

اوکاڑہ جماعت کی خواتین کی تنظیم کی صدر مسز شمیم عزیز نے اطلاع دی ہے کہ اوکاڑہ کی فری محمد علی میموریل ڈسپنسری بڑی کامیابی سے چل رہی ہے۔جماعت کے بیشتر ممبر مرد و خواتین کے ماہانہ رقوم فراہم کرتے ہیں۔جس سے دوائیاں اور دوسری سہولیات مریضوں کو فراہم کی جاتی ہیں۔مقامی مسجد میں قاری غلام رسول صاحب باقاعدگی سے جمعہ کی نماز پڑھاتے ہیں اور آنے جانے کے اخراجات اوکاڑہ جماعت خود اٹھاتی ہے۔ بچوں اور بڑوں پر لازم ہے کہ وہ ہفتہ واری اور ماہانہ چندہ ادا کریں۔

شبان کارنر

نوجوان جماعت سے حضرت امیر مولانا محمد علی رحمتہ اللہ علیہ کا خطاب

انتخاب از: عاطف نثار

میرے خطبات یا خطوط میں نوجوان اس طرح مخاطب ہوتے ہیں جس طرح بزرگان قوم۔ بلکہ اس وقت تو اولین مخاطب آپ لوگ ہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ تبلیغ اسلام کا وہ عظیم الشان کام جو آپ کے بزرگوں نے 1914ء میں احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھ کر شروع کیا تھا، اس کا بوجھ فی الحقیقت اب آپ کے کندھوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اور اصل حامل اس بوجھ کے آپ ہی ہیں۔ جس خوبی کے ساتھ اس بوجھ کو آپ نے اٹھایا ہے، اس کے لیے میرے دل سے آپ کے لیے دعائیں نکلتی ہیں۔

اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہمارے نوجوانوں نے خدا کے فضل سے اپنی پختگی اور تبلیغ اسلام کے عظیم الشان کام کو چلانے کی اہلیت کا وہ ثبوت دیا ہے۔۔۔ یہ تو سچ ہے کہ نوجوانوں کے اندر بعض کمزوریاں بھی ہیں۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ بعض نوجوان اپنے فرائض سے غافل بھی ہیں۔ چند ایک ایسے بھی ہیں، جو ایک غلط راہ پر پڑ گئے ہیں، لیکن ان تھوڑوں کی خاطر نوجوانوں کے کثیر حصہ کی بیش بہا خدمات کا اعتراف نہ کرنا بھی ناشکری ہوگی۔ کسی جماعت پر جو حکم لگایا جاتا ہے وہ اس کی اکثریت پر ہی لگایا جاتا ہے۔ ورنہ ایک قلیل تعداد کمزوروں کی ہر جگہ ہوتی ہے۔۔۔ ہمارے نوجوانوں کا اخلاص خدا کے فضل سے بہت بلند مرتبہ پر ہے۔ یہ فی الحقیقت جماعت کے نوجوانوں کے دو امتحان تھے۔ جن میں مَیں سمجھتا ہوں کہ پچانوے فی صد سے بھی زیادہ جماعت کے نوجوان کامیاب نکلے۔ بلکہ میں کہہ سکتا ہوں کہ جہاں بعض پرانے بزرگوں نے بہ تقاضاء عمر یا اور وجوہ سے وہ ہمت نہ دکھائی، جس کی مجھے ان سے توقع تھی، اور مجھے ایک طرح ناکامی سے دوچار ہونا پڑا، وہاں نوجوانوں نے میری اس قدر ہمت افزائی کی کہ میری ان ناکامیوں کا بھی ازالہ کر دیا۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاء۔ اور یہ آپ لوگوں کی ہی ہمت افزائی کا نتیجہ تھا کہ میری ہمت بلند ہوتی چلی گئی۔۔۔ جیسا کہ میں نے کہا اس وقت در حقیقت وہ بوجھ جو آپ کے بزرگوں کے کندھوں پر تھا، وہ اب آپ کے کندھوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ اور جہاں پہلے بزرگوں کی طرف سے ہی قربانیوں کے مطالبہ پر لبیک کی آواز آتی تھی، اب بہت زیادہ لبیک کی صدائیں وہ ہیں، جو آپ کی طرف سے آتی ہیں۔۔۔۔۔ اس وقت جو میں آپ کو خصوصیت سے مخاطب کر رہا ہوں تو اس کی غرض اور ہے۔ میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے سامنے کتنا بڑا کام ہے۔ اور اس کے لیے کس قدر ہمتوں کو بلند کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ کے سامنے جو کام ہے، وہ ہے دنیا میں ایک انقلاب عظیم کا پیدا کرنا۔ دنیا کو مادہ پرستی سے نکال کر اخلاق اور روحانیت کی طرف لانا۔ خداء واحد کے آگے نسل انسانی کو جھکا کر اس قابل بنانا کہ جو قوئی انسان کو دیئے گئے ہیں، ان کی بہترین طریق پر نشو و نما ہو۔ دنیا کی قوموں میں بغض اور عداوت اور منافرت پیدا ہو چکی ہے، اسے دور کر کے ان میں اخوت و محبت کا پیدا کرنا۔ تا کہ انسانی خونریزی اور بربریت کا دور دورہ، جس کو تہذیب کا نام دیا جاتا ہے۔ ختم ہو اور سچی تہذیب اس کی جگہ لے۔ آپ کہیں گے کہ ہماری اتنی چھوٹی سی جماعت ہے۔ اس میں یہ طاقت کہاں ہے کہ اتنے بڑے کام کو سرانجام دے سکے؟۔۔

یہ سچ ہے کہ اگر ہم نے خود اپنے سامنے یہ مقصد رکھا ہوتا تو ہم قطعاً اس قابل نہ تھے کہ اسے ہاتھ ڈال سکتے۔ لیکن یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کام ہے۔۔۔۔۔ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اس خدا کا جس کا یہ وعدہ تھا کہ هُوَالَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ (28:48) ہمارا خدا سچا خدا ہے۔ اور اس کا وعدہ بھی سچا ہے اور وہ پورا ہو کر رہے گا۔

جب خدائی ارادہ یہ ہے کہ دین اسلام دنیا میں غالب ہو، تو جو لوگ اس کے

غالب کرنے کے لیے کوشش کریں گے، وہ درحقیقت خدائی ارادہ کو پورا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ ان کا ارادہ ہوتا اور خدا کا نہ ہوتا تو ساری دنیا کی قوت اور دولت کو جمع کر کے بھی یہ ارادہ پورا نہ ہوسکتا تھا۔ لیکن خدائی ارادوں کو پورا کرنے والوں کی پشت پر خدائی طاقت ہوتی ہے۔ انسان صرف آلے ہوتے ہیں۔ آلہ وہی طاقتور ہے، خواہ وہ ہیچ نظر آتا ہو، جس کے اندر قوت زبردست ہو۔ پس خدائی ارادہ کو پورا کرنے والی جماعت خدائی طاقت سے کام کرتی ہے۔ پھر یہ کام وہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہوتے تو یہی کام کرتے۔ اور یہ کام وہ ہے جس کی طرف توجہ دلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک مجدد کو اس زمانہ میں بھی مبعوث فرمایا۔ اور اسے یہ بتایا کہ آپ کا اصل کام یہی ہے کہ قرآن کے پیغام کو، اسلام کی صحیح تعلیم کو، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح تصویر کو دنیا کے سامنے پیش کریں۔ وہ کام مسیح موعود کے کندھوں سے منتقل ہو کر ہمارے کمزور کندھوں پر آیا۔ اور وہاں سے منتقل ہو کر آپ کے کندھوں پر جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہم سے زیادہ طاقتور ثابت کرے۔۔۔ پہلی بات یاد رکھنے کے قابل یہ ہے کہ آپ نے دنیا میں اتنا بڑا انقلاب پیدا کرنا ہے، جس کی دوسری نظیر دنیا میں نہیں۔ یہی وہ دنیا کا انقلاب ہے، جس کے بعد دنیا امن اور چین سے زندگی بسر کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا میں چھوٹے سے چھوٹا انقلاب بھی پیدا نہیں ہو سکتا، جب تک اس انقلاب کے پیدا کرنے کے لیے سرفروشوں کی ایک جماعت کھڑی نہ ہو جائے۔ جو اپنی ساری طاقت کو اس انقلاب کے پیدا کرنے کے لیے لگا دے۔ اور اس مقصد کا حصول ہر وقت اس کی نگاہوں کے سامنے رہے۔ اس میں تو کسی کو بھی شک نہیں کہ ایسی جماعت جس قدر بھی وسیع ہوگی اسی قدر وہ زیادہ کام کو سرانجام دے سکے گی۔ تو اس جماعت کی توسیع اس مقصد کے حصول کے لیے اشد ترین ضروریات میں سے ہے۔ اور اس کی توسیع کی تڑپ ہر وقت آپ لوگوں میں ہونی چاہئے۔۔۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ اصل انحصار جماعت کی کامیابی کا گنتی پر نہیں، بلکہ اس کی سرفروشی کے جذبہ پر ہے۔ اور اسی مقصد کو سامنے رکھنے پر ہے، جس مقصد کے لئے اسے کھڑا کیا گیا ہے۔ اگر سرفروشی کا جذبہ موجود ہے، مگر مقصد سامنے سے ہٹ گیا، تو یہ بھی ناکامی ہے، اور اگر مقصد سامنے ہے، اور سرفروشی کا جذبہ نہیں، تو بھی ناکامی ہے۔۔۔ نیکی اور تقویٰ تو مصلحین کا ورثہ ہے ہی۔ جہاں آپ اس کو لیں، اس کے ساتھ ہی علم قرآن کو لینے کے لیے پوری جدوجہد کریں۔ کیونکہ یہ مسیح موعود کا وہ زبردست ورثہ ہے۔ جس کے ساتھ اسلام کا دنیا میں غلبہ وابستہ ہے۔ سب علوم حاصل کریں، مگر انہیں قرآن کا خادم بنائیں۔ سب زبانیں سیکھیں، مگر انہیں قرآن کا خادم بنائیں۔ مگر ان چیزوں کو آپ قرآن کا خادم نہیں بنا سکتے، جب تک کہ خود قرآن شریف کو نہ سیکھیں۔

ان تینوں باتوں کے بغیر آپ قرآن کو دنیا میں نہیں پہنچا سکتے۔ اول خود علم قرآن کو حاصل کرنا، دوم دوسرے علوم سیکھنا اور انہیں خادم قرآن بنانا۔ یعنی ان کے ذریعہ سے اصول قرآن کی صداقت کو دنیا پر واضح کرنا۔ سوم دوسری زبانیں سیکھنا۔ اور ان میں تعلیمات قرآنی کو منتقل کر کے دنیا کی مختلف قوموں تک پہنچانا۔

ہر ایک نوجوان کو چاہئے کہ وہ ان تین اغراض کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن کریم اور اس کے ساتھ جملہ علوم دینی حدیث سیرت وغیرہ سے اور زبان عربی سے واقفیت حاصل کرے۔ جو کوئی علم وہ سیکھے اسے قرآن کی خدمت میں لگائے۔ کوشش کرے اور ایک نہ ایک غیر زبان سے ضرور واقفیت حاصل کرے۔ تا کہ شاید ایک دن اسی زبان میں قرآن کریم کو دنیا تک پہنچانے کا کام اللہ تعالیٰ اس سے لے لے۔ آپ نہیں جانتے کہ آج سے دس سال بعد آپ کی جماعت کو ان چیزوں کی کس قدر ضرورت ہو گی! دنیا میں ایک فساد عظیم برپا ہے۔ اور یہ بند نہیں ہوسکتا جب تک کہ اسلام کے جھنڈے کے نیچے لوگوں کو جمع نہ کیا جائے۔ اس کے لیے مزدور درکار ہیں۔ وہ مزدور جو آج سے اس تیاری میں لگ جائیں کہ کل کو ہمارے ہاتھ سے تبلیغ اسلام کا کوئی کام ہو جائے۔ آج سے قطرہ قطرہ جمع کرنا شروع کریں تو کل آپ ایک دریا بہانے کے قابل ہو جائیں گے۔ جس سے دنیا سیراب ہوگی۔ یہی علم کی مثال ہے۔

پس اے میرے عزیز دوستو! اگر آپ نے تبلیغ اسلام کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر لیا ہے، جیسا کہ آپ کی مالی قربانیاں ظاہر کرتی ہیں، تو یہ کام صرف مال کے خرچ کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا، بلکہ علم کا حاصل کرنا اس کا اصل ذریعہ ہے۔ اور مال صرف اس کا خادم ہے۔ علم کے حصول کو مقدم کرو۔ اور کوئی شخص یہ نہ سمجھے کہ میں کیا کر سکتا ہوں؟ اس کا کام ہے کہ فوراً کوشش میں لگ جائے کہ علم قرآن کو حاصل کر کے دوسروں کو پہنچاؤں۔

اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون شخص کل کو اس بات کا اہل ثابت ہوگا کہ وہ علم قرآن کو دنیا میں بہترین طریق پر پہنچا کر دنیا کی مفید ترین خدمت سرانجام دے۔ اگر اس کی کوشش سے ایک آدمی بھی اسلام میں آجائے تو اس کی زندگی کا مقصد حل ہوگیا۔ اس کے ساتھ ہی اس بات کو بھی یاد رکھیں کہ یہ خدا کا کام ہے۔ اور جب تک الٰہی طاقت ایک شخص کے اندر پیدا نہ ہو، وہ اس کام کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ ایسی طاقت خدا کے آگے گرنے سے اور خدا سے مدد طلب کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پس جہاں علم قرآن کو حاصل کرنا، اس غرض کے لیے کہ اسے دنیا میں پہنچا کر دنیا کے لیے ہدایت کا ذریعہ بنایا جائے آپ کی زندگیوں کا مقصد ہے، وہاں خدا سے تعلق پیدا کرنا، خدا کے آگے گرنا، خدا سے اس کام کے لیے طاقت مانگنا بھی اپنی زندگی کا مقصد سمجھنا چاہیئے۔

اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کو ذریعہ بنایا ہے۔ نماز کیا ہے؟ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا۔ اس کی عظمت کا احساس اور اپنی عاجزی کا اعتراف دل میں پیدا ہونا۔ نماز ہی وہ ذریعہ ہے جس سے مسلمانوں کے اندر قوت پیدا ہوئی۔ کیونکہ ان کی روحیں آستانہ الٰہی پر گری رہتی تھیں۔ اور جو شخص صدق دل سے آستانہ الٰہی پر گرے گا، اس کے اندر الٰہی طاقت بھر جائے گی۔ آج بھی نماز کے ذریعہ سے ہمارے اندر وہی قرون اولیٰ جیسی طاقت پیدا ہوسکتی ہے۔ اسلامی کلچر کی بنیاد نماز ہے۔ اور اسی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تربیت میں سب سے بلند مرتبہ دیا ہے۔ اگر ابتداء میں نماز میں خشوع وخضوع کی حالت پیدا نہ ہو، تو بھی نماز کی عادت ڈسپلن کے طور پر پختہ کرنا چاہیئے۔ جس طرح ایک بچہ جو سکول یا کالج میں داخل ہوتا ہے، اسے پہلے دن علم کا شوق پیدا نہیں ہوتا بلکہ پہلے تکلف سے علم حاصل کرتا ہے، پھر آہستہ آہستہ اس کا شوق خود اس کے دل میں پیدا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح پہلے پہلے اپنے آپ کو تکلف کے طور پر نماز کا عادی بنانا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ اس کے اندر وہ لذت اور شوق پیدا ہوگا، جس کے ساتھ یہ الٰہی طاقت کو حاصل کرنے کا ذریعہ بن جائے گی۔ اور اس نماز کے ساتھ انسان کا کیرکٹر بھی بنے گا۔ جس سے اس کی دنیا سنورے گی۔ عموماً تعلیم یافتہ نوجوانوں کے دلوں میں یورپ کی تاریک تہذیب کے اثر کے نیچے یہ خیال پیدا ہوجاتا ہے کہ نماز ایک بے سود سا فعل ہے۔ یہ مادہ پرستوں کا خیال ہے۔ خدا پرست انسان جانتا ہے کہ خدا کی ہستی کا احساس انسان کے دل پر پیدا ہوجانا انسانیت کا بلند ترین مرتبہ ہے۔ اور انسانی ارتقاء میں اس کی ترقی کے مدارج میں یہ آخری مرتبہ ہے۔ دنیا بھی اس ارتقاء کی سب سے نچلی سیڑھی ہے۔ اور صرف خدا کی ہستی کا احساس ہی اسے انسانیت کے بلند ترین زینے پر پہنچا سکتا ہے۔ اور اس احساس کے پیدا کرنے کا نماز سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔

آخر پر میں ایک اور بات بھی کہنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ بعض دلوں میں یہ خیال اٹھتا ہے کہ اتنے عظیم الشان مقصد کے ہوتے ہوئے ہماری جماعت قادیان کے ساتھ جو ایک لمبی بحث کا سلسلہ شروع ہے اور دونوں جماعتوں کا اس پر بہت سا وقت ضائع ہو رہا ہے، اس سے کیا حاصل ہے؟ بلکہ اس سے ایک ایسا لٹریچر پیدا ہوگیا ہے، جو اس احمدیت کے لیے، جو اسلام کو کفر پر غالب کرنے کے لیے اٹھی تھی، مقام شرم ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ ہمارے اختیار کی بات نہیں۔ غلو پہلے بھی دنیا میں ہوتا رہا ہے۔ اور مسیحؑ کے نام سے یہ غلو خصوصیت سے وابستہ ہے۔ آج بھی مسیح موعود کے پیرو اسی طرح غلو میں مبتلا ہو گئے ہیں، جس طرح پہلے مسیحؑ کے پیرو ہو گئے تھے۔

جہاں تک اصل اختلاف ہے، وہ اس قدر موٹی بات ہے کہ اس کے لیے کسی لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ کیا حضرت مسیح موعود پر ایمان نہ لا کر ایک شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے لیے فیصلہ کن دو باتیں ہیں۔ ایک حضرت مسیح موعود کا یہ صریح ارشاد کہ ''میرے دعویٰ کے انکار سے کوئی شخص کافر نہیں ہوتا'' اور دوسری حضرت مسیح موعود کا غیر احمدیوں کے جنازے کا فتویٰ دینا۔ یعنی ایک طرف آپ کی تحریر کہ آپ اپنے اوپر ایمان نہ لانے والوں کو کافر نہ سمجھتے تھے۔ دوسری طرف آپ کا عمل کہ آپ ان کا جنازہ پڑھتے تھے اور جماعت کو پڑھنے کی ہدایت کرتے تھے، اس پر زبردست گواہ ہیں۔ ان کا کوئی جواب قادیانی جماعت کے پاس نہیں۔

پس اگر حضرت مسیح موعود کا یہ ارشاد اور یہ عمل ہمارے لیے ہادی راہ بن سکتے ہیں، تو پھر تمام لمبی بحثیں بے سود ہیں۔ اس صورت میں لفظ نبی کا استعمال بھی، جیسا کہ حضرت صاحب نے خود بار بار لکھا ہے، مجاز کے طور پر تھا۔ لغوی معنوں کے لحاظ

سے آپ نبی کہلائے ۔یعنی محض پیشگوئی کرنے والا۔اصطلاح شرعی میں آپ نے خود نبی ہونے سے انکار کیا۔اور اگر ہم حضرت مسیح موعود کے اس ارشاد اور اس عمل کو رد کردیں،تو پھر یہ بھی ماننا پڑے کہ آج کوئی کافر کسی ملک میں کلمہ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا اقرار کرکے اسلام میں داخل نہیں ہوسکتا۔جس کا مطلب دوسرے الفاظ میں یہ ہوا کہ کلمہ طیبہ منسوخ ہے۔پھر قادیانیت اور بہائیت ایک ہیں۔اور ان میں کوئی مابہ الامتیاز نہیں۔اور اس کا مقابلہ ہم اسی طرح کریں گے، جس طرح ہر ایک اس باطل کا، جو اسلام پر حملہ آور ہو۔بہر حال میں ایک مدت سے اس کوشش میں ہوں کہ ان امور پر میاں صاحب میرے ساتھ بحث کرلیں تا کہ کچھ نہ کچھ دونوں جماعتوں کے لیے روشنی کی راہ نکل آئے۔اور کم سے کم اس کے بعد دونوں فریق مزید بحثوں کو چھوڑ کر کوئی زیادہ مفید کام کرسکیں۔

خاکسار محمد علی۔ دارالسلام ، ڈلہوزی۔23 جولائی 1940ء (پیغام صلح 26 جولائی 1940ء

☆☆☆☆

نوٹ

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے نوجوانوں کی تحریری صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرنے کے لئے پیغام صلح میں ایک نیا سلسلہ "شبان کارنر" کا اجراء کیا ہے۔تمام نوجوانوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مضامین شبان الاحمدیہ کے مرکزی دفتر بھیجیں جنہیں پیغام صلح میں شائع کیا جائے گا۔مزید معلومات کے لئے شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر رابطہ کریں۔

سیکرٹری، شبان الاحمدیہ مرکزیہ

عاطف نثار

بزم اطفال

کوئز برائے اطفال الاحمدیہ

سوال نمبر 1: قرآن پاک کتنے برس میں نازل ہوا؟

(ا): 23 برس (۲): 24 برس (۳): 25 برس

سوال نمبر 2: قرآن پاک میں سورتوں کی تعداد کتنی ہے؟

(ا): 113 (۲): 114 (۳): 115

سوال نمبر 3: رسول اللہ صلعم کا وصال کس شہر میں ہوا؟

(ا): مکہ (۲): مدینہ (۳): ریاض

سوال نمبر 4: غزوہ بدر (جنگ بدر) میں کتنے مسلمان شامل تھے؟

(ا): 213 (۲): 313 (۳): 413

سوال نمبر 5: صحیح بخاری کس چیز کی کتاب ہے؟

(ا): سیرت النبیؐ (۲): حدیث (۳): فقہ

جنوری میں کوئز کے سب سوالوں کے درست جواب دینے والے ذہین بچوں کے نام یہ ہیں:

(1): عماد احمد (پشاور) (2): راحیل احمد (پشاور)

(3): مجاہد احمد (لاہور) (4): در شہوار احمد (لاہور)

جواب ارسال کرنے کا طریقہ

تمام بچے اپنے جوابات اس پتہ پر ارسال کریں: دفتر شبان الاحمدیہ مرکزیہ ۵ عثمان بلاک دارالسلام کالونی نیو گارڈن ٹاؤن لاہور۔

نیز جوابات sms کے ذریعے بھی بھیجے جاسکتے ہیں۔جس کا طریقہ کار درج ذیل ہے:

☆ اپنا نام اور شہر کا نام ☆ سوال کا نمبر اور آگے جواب

☆ شبان الاحمدیہ مرکزیہ کے نمبر 0313-4433515 پر بھیجیں

آپ کا Message ملنے پر آپ کو تصدیقی sms موصول ہوجائے گا۔

شبان الاحمدیہ مرکزیہ، لاہور

بزمِ اطفال

دیانت

حضرت عمر فاروقؓ اپنی انصاف پسندی اور دیانتداری کے حوالے سے مشہور ہیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کی خلافت کے دور میں ایک مرتبہ بحرین سے مشک کستوری آیا۔ کستوری ایک بے حد قیمتی خوشبو ہے جو ہرن کی ناف سے نکلتی ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ اس وقت اپنے گھر بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا ''اگر کوئی کستوری کو تول دیتا تو میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا ہے''۔ آپ کی بیوی حضرت عاقلہؓ نے آپ کی بات سن کر نہایت فرمانبرداری سے عرض کی ''یا امیر المومنین اگر آپ حکم دیں تو کستوری کو میں تول دوں'' حضرت عمر فاروقؓ نے اپنی بیوی کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر گذرنے کے بعد آپ نے پھر فرمایا: ''اگر کوئی کستوری تول دیتا تو میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیتا''۔ حضرت عاقلہؓ نے پھر عرض کی ''اگر آپ اجازت دیں تو کستوری میں تول دیتی ہوں''۔ حضرت عمر فاروقؓ اس بار بھی خاموش رہے۔

کچھ دیر بعد حضرت عمر فاروقؓ نے تیسری بار پھر یہی بات دوہرائی۔ جواب میں حضرت عاقلہؓ نے پھر عرض کی ''اے مسلمانوں کے خلیفہ! اگر آپؓ اجازت دیں تو کستوری میں تول دیتی ہوں''۔

اس مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ نے ارشاد فرمایا:

''اے عاقلہؓ! مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ تم جب کستوری کو تولنے کے لئے ترازو کے پلڑوں میں رکھو تو یہ تمہارے ہاتھوں سے لگتی رہے اور جب ہمارے حصے کی کستوری ہمیں ملے تو اس میں تمہارے ہاتھوں سے لگی ہوئی کستوری بلا تقسیم ہمارے حصے میں آجائے۔ میرے نزدیک یہ بھی ایک طرح کی بددیانتی ہوگی۔''

اگر ہم بھی حضرت عمر فاروقؓ کی سوچ کو اپنا لیں تو پھر کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہ ہو۔

گفتگو کا سلیقہ

ایک دفعہ ایک بادشاہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے بہت سے دانت ٹوٹ کر گر پڑے ہیں۔

صبح ہوئی تو عالموں کو بلا کر خواب کی تعبیر پوچھی۔ ایک شخص نے کہا۔ آپ کے اکثر عزیز آپ کے سامنے مر جائیں گے۔ یہ بات ہارون رشید کو اس قدر ناگوار گذری کہ اس شخص کو اسی وقت دربار سے نکلوا دیا۔ پھر دوسروں سے پوچھا اور جواب سے ناخوش ہو کر یہی سلوک کیا۔ آخر ایک موقع شناس درباری نے عرض کی۔ جہاں پناہ! حضور کا خواب بہت مبارک ہے۔ جس کی تعبیر یہ ہے کہ خدا حضور کو ایسی لمبی عمر عطا فرمائے گا کہ حضور کے جیتے جی شاہی خاندان میں شادی اور غم کی اکثر رسمیں انجام پائیں گی۔

دانا کے اس جواب سے بادشاہ خوش ہو گیا اور انعام و خلعت دے کر ارشاد فرمایا کہ میں خوب سمجھتا ہوں کہ مطلب سب کا ایک ہی ہے مگر بیان کرنے کا ڈھنگ جدا جدا ہے۔ آخری درباری کو گفتگو کا سلیقہ ہے جو پہلوں میں نہیں۔ اسی لئے ان کے ساتھ یہ بدسلوکی گئی ہے۔

''اقیمو الصلوۃ''

شبان الاحمدیہ مرکزیہ نے بچوں میں نماز کی ادائیگی کو باقاعدہ بنانے کے لئے مقابلہ ''اقیمو الصلوۃ'' کا انعقاد کیا ہے۔ اس مقابلے میں ماہ جنوری 2012ء میں اوّل پوزیشن ''مجاہد احمد'' نے حاصل کی ہے جبکہ دوئم پوزیشن ''دُرِ شہوار احمد'' اور سوئم پوزیشن ''شگفتہ احمد'' نے حاصل کی ہے۔

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان بچوں کو کامیابی پر دعاؤں اور انعامات سے نوازا جبکہ ان کے والدین کو مبارکباد دی۔

تنویر احمد، صدر نماز سوسائٹی

انتخاب از: چوہدری ریاض احمد صاحب

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو!!

از: مولانا الطاف حسین حالی

اے ماؤ! بہنو! بیٹیو! دنیا کی عزت تم سے ہے
ملکوں کی بستی ہو تمہی، قوموں کی عزت تم سے ہے
تم گھر کی ہو شہزادیاں، شہروں کی ہو آبادیاں
غمگین دلوں کی شادیاں، دُکھ سکھ میں راحت تم سے ہے
تم نہ ہو تو غربت ہے وطن، تم بن ہے ویرانہ چمن
ہو دیس یا پردیس جینے کی حلاوت تم سے ہے
نیکی کی تم تصویر ہو، عفت کی تم تدبیر ہو
ہو دین کی تم پاسباں، ایماں سلامت تم سے ہے
فطرت تمہاری ہے حیا، طینت میں ہے مہر و وفا
گھٹی میں ہے صبر و رضا، انساں عبارت تم سے ہے
مونس ہو خاوندوں کی تم، غم خوار فرزندوں کی تم
تم بن ہے گھر ویراں سب، گھر بھر میں برکت تم سے ہے
تم آس ہو بیمار کی ڈھارس ہو تم بیکار کی
دولت ہو تم نادار کی عسرت میں عشرت تم سے ہے

(روزنامہ جنگ 25 فروری 2012ء)

اطلاع

مرکزی انجمن نے پلاٹ نمبر 5/20 (ایک کنال) کو لیز پر دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کی کم سے کم قیمت 60 لاکھ روپے مقرر کی گئی ہے۔ جو حضرات اس پلاٹ کو لیز پر لینے کے خواہشمند ہیں وہ مرکز کو اس اشتہار کے شائع ہونے کے 15 دن کے اندر اندر اپنی درخواستیں جمع کرا دیں۔ پلاٹ سب سے زیادہ بولی دینے والے ممبر کو لیز پر دیا جائے گا۔

یہ پلاٹ صرف احمدیہ انجمن لاہور کے ممبران کو لیز پر دیا جائے گا۔ وہ ممبران جن کے پاس پہلے سے پلاٹ موجود ہے وہ اس میں حصہ لینے کے اہل نہیں ہیں۔ وہ ممبران جو نادہندہ ہیں یا کبھی ان کی طرف سے انجمن پر کوئی قانونی مقدمہ دائر یا چارہ جوئی کی ہے وہ بھی اس میں حصہ لینے کے اہل نہیں ہیں۔

مرکزی انجمن کا فیصلہ اس سلسلے میں حتمی تصور کیا جائے گا۔

جنرل سیکرٹری
احمدیہ انجمن لاہور

باہتمام پاکستان پرنٹنگ ورکس کچا رشید روڈ لاہور سے چھپوا کر پبلشر چوہدری ریاض احمد صاحب نے دفتر پیغام صلح، دارالسلام۔ ۵۔ عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے شائع کیا۔

نعتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

(ثاقب زیروی)

شعور دے کے محمدؐ کے آستانے کا
مزاج بدلیں گے ہم اس نئے زمانے کا

میرے سفینہ ہستی کے ناخدا ہیں حضورؐ
مجھے نہیں کوئی اندیشہ ڈوب جانے کا

یہ میرا دل جسے دنیا بھی دل ہی کہتی ہے
یہ ایک جام ہے یثرب کے بادہ خانے کا

حضورؐ آپ کے ہی اک تبسم لب سے
سلیقہ سیکھا ہے پھولوں نے مسکرانے کا

ذہے نصیب کہ میرا لہو بھی کام آئے
مجھے جنون ہے چراغ حرم جلانے کا

زمانہ جتنے ستم چاہے توڑ ے ثاقب
دلوں سے عشق محمدؐ نہیں ہے جانے کا

(نوٹ: یہ نظم عید میلاد النبیؐ کے جلسہ میں محترم اطہر رسول صاحب نے سنائی)

ہدیہ نعت

جان و دلم فدائے جمال محمدؐ است
خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمدؐ است

ہیں جان و دل فدائے جمالِ محمدیؐ
میں ہوں نثارِ کوچہ آلِ محمدی

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوش ہوش
در ہر مکاں ندائے جلالِ محمد است

دنیا کی وسعتوں میں جہاں بھی نظر گئی
ہر چیز سے عیاں تھا جلال محمدیؐ

ایں چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

کیوں میرے فیض عام سے برہم ہوئے ہیں آپ
ہے یہ تو موجِ بحرِ کمالِ محمدی

ایں آتشم زآتش مہرِ محمدی است
یہ نور، آفتاب محمدؐ کا عکس ہے

ویں آبِ من ز آبِ محمدؐ است
یہ فیض عام آبِ زلالِ محمدیؐ

فارسی کلام حضرت بانی تحریک احمدیہ
منظوم ترجمہ محمد اعظم علوی